Spot CMYK#Waheed

جلد 14 شمارہ 11

اگست 2017ء - ذوالقعدۃ 1438ھ

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

(اگست 2017ء - ذوالقعدۃ 1438ھ (جلد 14، شمارہ 11

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد امجد
غفار الحق

فی شمارہ.................... 25 روپے
سالانہ................ 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
چوہدری طارق محمود بابر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ...."مالِ مفت دلِ بے رحم" کا خمیازہ...............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط154)....صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف...........................// // 6

درسِ حدیث ....موت کی تمنا کرنا (دوسری وآخری قسط)...............// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

شاہ ولی اللہ صاحب کا فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال (قسط1)........................مفتی محمد رضوان 20

ایک تحریر اور اس کا جواب...// // 26

مباحث روح وبدن (حصہ ششم)..مفتی محمد امجد حسین 39

پھر پیش نظر گنبد خضریٰ ہے حرم ہے (قسط4)..// // 41

ماہِ رجب: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.................مولانا طارق محمود 43

علم کے مینار: ..... کتبِ ابی حنیفہ اور ان کی مقبولیت وافادیت......مولانا غلام بلال 45

تذکرۂ اولیاء:............حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تدفین.........مفتی محمد ناصر 50

پیارے بچو!......................والدین کے ساتھ حسن سلوک..........مولانا محمد ریحان 54

بزمِ خواتین ....عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب (قسط1)........مفتی طلحہ مدثر 56

آپ کے دینی مسائل کا حل... قربانی کا گوشت تولے بغیر تقسیم کرنے کی تحقیق....ادارہ 63

کیا آپ جانتے ہیں؟...........رفعِ حاجت یا پیشاب، پاخانے (Toilet) کے

آداب (دوسری وآخری قسط)..مفتی محمد رضوان 75

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ کوہِ طور پر...............مولانا طارق محمود 80

طب وصحت..............................چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج

(تیرہویں وآخری قسط)...مفتی محمد رضوان 83

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................مفتی محمد امجد حسین 86

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 88

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کا خمیازہ

موجودہ دور میں مال کی بے جا محبت کا سلسلہ عروج پر پہنچا ہوا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ جس طرح اور جہاں سے بھی جائز و ناجائز طریقہ پر مال ملتا ہے، اس کو حاصل کرنے بلکہ بٹورنے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔

اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ جب مفت میں مال حاصل ہوتا ہے، تو دل سے رحم نکل جاتا ہے، اسی وجہ سے یہ کہاوت بہت مشہور ہے کہ:

’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘

اس کہاوت کی سینکڑوں مثالیں ہمارے معاشرے میں سامنے آتی رہتی ہیں۔

ہمارے ایک قریبی عزیز نے بتلایا کہ کسی جگہ راستہ میں کولڈ ڈرنک کی بوتلوں کا ٹرالہ الٹ گیا، اور بوتلوں کے کریٹ(Crate) سڑک پر گر پڑے، ٹرالے کے ڈرائیور اور ٹرالے کے مالک وغیرہ تو اپنے ٹرالے کو بچانے کی فکر میں تھے، لیکن اسی دوران راستہ میں گزرنے والوں نے ’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کی کہاوت کی صداقت ثابت کرتے ہوئے اور دوسروں کے زخم پر نمک چھڑکتے ہوئے وہاں سے بوتلیں اوران کے کریٹ اٹھانا شروع کر دیئے، یہاں تک کہ ایک صاحب تو راستہ سے گزرتے ہوئے، بوتلوں کا ٹرک الٹا ہوا منظر دیکھ کر بڑی مہنگی کار’’ہنڈا‘‘ کو روک کر برآمد ہوئے، اور جلدی سے بوتلوں کا ایک کریٹ اٹھایا اور اپنی گاڑی کی ڈگی میں رکھ کر چلتے بنے، ٹرالے کے ڈرائیور نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ اگر کسی نے غریب نہ دیکھے ہوں، تو ان صاحب کو دیکھ لے کہ بیس لاکھ کی گاڑی کے مالک کے پاس چند سو روپے کی بوتلیں خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔

ایک اور صاحب نے بتلایا کہ کسی جگہ ایک کار کا حادثہ ہوگیا، کار کھائی میں جا گری، کچھ لوگ موقع پر فوت ہوگئے، اس کار کا ڈرائیور ابھی زندہ تھا، لیکن زخمی حالت میں کار میں پھنسا ہوا تھا، یہ منظر دیکھ کر کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے، اور انہوں نے کار میں موجود افراد کے ہاتھوں سے گھڑیاں اور جیب سے پیسے وغیرہ نکالنا شروع کر دیئے، کار کے ڈرائیور کے ساتھ جب یہ کارروائی ہوئی، تو اس نے کہا کہ میں زندہ ہوں، مجھے

Idara Ghufran

باہر نکالو، لیکن لوگوں نے پہلے اس کی گھڑی اور جیب پر اپنے ہاتھ صاف کیے۔

اس طرح کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں مال کی محبت کس درجہ عروج پر پہنچ چکی ہے کہ مال ودولت سب کچھ ہوتے ہوئے دوسرے کے مال پر جب بس چلتا ہے، ہاتھ صاف کرنے کو کتنا بڑا ہنر اور فن سمجھا جاتا ہے، اور ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی کہاوت کس طرح جگہ جگہ سامنے آتی ہے۔

اسی طرح کا ایک دلوں کو ہلا دینے والا منظر گزرے ہوئے رمضان المبارک 1438 ہجری کے آخری دن یعنی 25 جون 2017ء کو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے قریب پیش آیا۔

جہاں مرکزی شاہراہ پر عید سے صرف ایک دن پہلے علی الصباح آئل ٹینکر الٹ گیا، اور اس سے تیل نکل کر سڑک کے ساتھ قریبی نشیبی کچی جگہوں میں جمع ہونے لگا۔

اس واقعہ کا علم ہوتے ہی قریبی آبادی کے لوگ اور سڑک سے گزرنے والے راہگیر زمین پر گرا ہوا تیل حاصل کرنے کے لیے جمع ہونا شروع ہوگئے، بوتل، برتن وغیرہ جس کے ہاتھ جو کچھ لگا، اس نے اسی میں تیل جمع کرنا شروع کردیا، بعض لوگوں کو کچھ میسر نہیں آیا، تو کولڈ ڈرک خرید کر پہلے اسے پیا، پھر بوتل خالی کرکے اس میں تیل جمع کیا، جبکہ اتنی مقدار کے تیل کی قیمت، کولڈ ڈرنک سے زیادہ نہ تھی، تیل اکٹھا کرنے کے لیے جمع ہونے والوں میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، جو اپنے گھروں سے بوتلیں اور برتن جو کچھ ہاتھ لگا، وہ لاکر اس میں تیل بھر رہے تھے، کچھ لوگ موٹر سائیکل پر اور کچھ پیدل اور کچھ کاروں میں بھی سوار ہوکر یہاں پہنچے تھے، اپنی موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کو انہوں نے قریب میں کھڑا کر رکھا تھا، اور تماش بین افراد الگ تھے کہ اسی دوران زمین پر بکھرے ہوئے تیل میں زوردار دھماکہ ہونے سے آگ بھڑک اٹھی، اور عورتیں، بچے، بڑے جو اس موقع پر جس حال میں تھے، جل کر کوئلہ بن گئے، یہاں تک کہ نعشوں کی پہچان بھی نہ ہوسکی۔

اس واقعہ میں دوسو سے زائد بچے، بڑے اور خواتین ہلاک ہوگئے، بہت سے افراد حادثہ کی زد میں آکر زخمی یا زندگی بھر کے لیے اپاہج ہوئے، جن میں سے بعض ابھی تک زیرِ علاج ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں جل کر خاکستر ہوگئیں۔

اس واقعہ سے علاقہ بھر میں کہرام مچ گیا، ایک ہی آبادی کے بیک وقت سینکڑوں افراد کا لقمۂ اجل بن جانا، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوں، اور عیدالفطر کا موقع ہو، قیامتِ صغریٰ سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔

اس المناک اور دردناک واقعہ وحادثہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً ملک بھر میں پھیل گئی، میڈیا اور

ذرائع ابلاغ پر مختلف تبصرے وتجزیئے کیے جانے لگے، اوراس حادثہ کے اسباب کی کھوج لگائی جانے لگی، جن کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔

لیکن افسوس کہ بے جا مال کی محبت اور ’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کا جو خمیازہ بھگتنا پڑا، اس پر ابھی تک صحیح معنوں میں توجہ کرنے کی زحمت نہیں کی گئی، آئل ٹینکر یا کسی دوسرے سامان کے ٹرالے اور ٹرک وغیرہ کا اس طرح حادثہ ہونے پر یا دوسرے اس سے ملتے جلتے حادثات کے مواقع پر لوٹ مچائی کرنا اور ’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کا مصداق بن جانا شرعاً واخلاقاً بڑا جرم اور گناہ ہے۔

مذکورہ واقعہ سے دنیا بھر میں ہماری قوم کی ذہنیت کا یہ پیغام گیا کہ چند روپوں کے تیل کی خاطر گھر کے کئی کئی افراد نے جان دے دی، جو کہ اخلاقی اعتبار سے انتہائی گھناؤنی اور گری ہوئی حرکت ہے، اور شریعت کی نظر میں بھی گناہ ہے، جس پر آخرت کا وبال الگ ہے۔

مگر افسوس کہ سب کچھ ہونے کے باوجود اس طرح کے واقعات سے ہماری قوم عبرت حاصل کرنے سے بھی قاصر رہتی ہے، اور چند دن کے بعد پھر اسی طرح کے واقعات کو دہرایا جاتا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کے چند دن بعد وہاڑی کے علاقہ میں سینچاوالہ روڈ پر ایک اور آئل ٹینکر الٹنے کے بعد لوگوں نے تیل بھرنا شروع کر دیا۔

معلوم نہیں کہ بے جا حبِ مال اور ’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کے مرض سے ہماری قوم کو کب نجات حاصل ہوگی، اور اس کی دنیاوی واخروی تباہ کاریوں سے کب آنکھیں کھلیں گی۔

اللہ تعالیٰ بے جا حبِ مال اور ’’مالِ مفت دلِ بے رحم‘‘ کے مرض سے حفاظت ونجات عطا فرمائے۔ آمین۔

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

(سورہ بقرہ:قسط نمبر154،آیت نمبر239)　مفتی محمد رضوان

صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآيات ٢٣٩)

ترجمہ: پھر اگر خوف ہو تمہیں،تو پیدل یا سوار ہوکر(ہی نماز پڑھ لیا کرو) پھر جب تم امن کی حالت میں ہو،تو اللہ کو یاد کیا کرو،جیسا تعلیم دی اس نے تمہیں اس کی جس کا تم علم نہیں رکھتے تھے(سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیت میں نماز کی حفاظت کا حکم بیان ہوا تھا۔

اب اس کے بعد مذکورہ آیت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم خوف کی حالت میں ہو،تو تم پیدل ہونے کی حالت میں یا سوار ہونے کی حالت میں بھی نماز پڑھ سکتے ہو،اس طرح کی نماز کو اردو زبان میں ’’خوف کی نماز‘‘اور عربی زبان میں ’’صلاۃُ الخوف‘‘ کہا جاتا ہے۔[1]

سورہ نسآء میں صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف کا کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا

---

[1] صلاة الخوف:التعريف:تعريف الصلاة ينظر فى مصطلح (صلاة) .

أما الخوف: فهو توقع مكروه عن أمارة مظنونة أو متحققة، وهو مصدر بمعنى الخائف، أو بحذف مضاف: الصلاة فى حالة الخوف ويطلق على القتال، وبه فسر اللحيانى قوله تعالى:(ولنبلونكم بشىء من الخوف والجوع)الآية كما فسر قوله تعالى:} وإذا جائهم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به)

وليس المراد من إضافة الصلاة إلى الخوف أن الخوف يقتضى صلاة مستقلة كقولنا: صلاة العيد، ولا أنه يؤثر فى قدر الصلاة ووقتها كالسفر، فشروط الصلاة، وأركانها، وسننها، وعدد ركعاتها فى الخوف كما فى الأمن، وإنما المراد أن الخوف يؤثر فى كيفية إقامة الفرائض إذا صليت جماعة، وأن الصلاة فى حالة الخوف تحتمل أمورا لم تكن تحتملها فى الأمن، وصلاة الخوف هى: الصلاة المكتوبة يحضر وقتها والمسلمون فى مقاتلة العدو أو فى حراستهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ ص ٢١٤ ،مادة ”صلاة الخوف“)

www.idaraghufran.org

أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ(سورة النسآء، رقم الآية ١٠٢)

ترجمہ: اور جب (شدتِ خوف کی حالت میں) ہوں آپ ان میں، پھر قائم کریں ان کے لئے نماز کو، تو چاہئے کہ کھڑی ہوایک جماعت ان میں سے آپ کے ساتھ اور چاہئے کہ لے لیں وہ اپنے ہتھیار، پھر جب سجدہ کرلیں وہ تو ہوجائیں تمہارے پیچھے، اور چاہیے کہ آ جائے دوسری جماعت جنہوں نے نماز نہیں پڑھی، پس چاہیے کہ نماز پڑھیں وہ آپ کے ساتھ، اور چاہئے کہ لے لیں وہ اپنا بچاؤ اور اپنا اسلحہ، چاہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ اگر غافل ہوجاؤ تم اپنے اسلحہ اور اپنے سامان سے، تو وہ مائل ہوجائیں تمہارے اوپر یکلخت، اور نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اگر ہوتمہارے ساتھ تکلیف بارش کی، یا ہوتم مریض، یہ کہ رکھ دو اپنے اسلحہ کو، اور لے لو اپنے بچاؤ کو (سورہ نسآء)

سوہ نسآء کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صلاۃُ الخوف کا حکم بیان فرمایا ہے، جس کی تفسیر ان شاءاللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آئے گی۔

قرآن مجید کے علاوہ کئی احادیث میں بھی صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف کا ذکر آیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد متعدد صحابہ کرام سے بھی صلاۃ الخوف پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

جن کے پیشِ نظر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک صلاۃُ الخوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی پڑھی گئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی پڑھی گئی، اسی لیے جمہور فقہائے کرام کے نزدیک صلاۃُ الخوف اب بھی مشروع ہے۔

البتہ بعض حضرات مثلاً امام ابو یوسف اور شافعیہ میں سے مزنی کے نزدیک صلاۃُ الخوف یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی، یا ابتدائے اسلام میں اس کا حکم تھا، بعد میں اس کا حکم منسوخ ہوگیا تھا۔

لیکن اس سلسلہ میں جمہور فقہاء کا قول ہی دلائل کے لحاظ سے مضبوط وراجح ہے، جس کی رُو سے صلاۃُ

الخوف کا حکم اب بھی اپنی شرائط کے ساتھ باقی ہے۔ [1]

اب صلاۃُ الخوف سے متعلق چند اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... صلاۃُ الخوف میں نمازوں کی رکعات میں کمی نہیں ہوتی، لہٰذا اگر یہ نماز مقیم ہونے کی حالت میں پڑھی جائے، تو پوری نماز پڑھی جاتی ہے، اور سفر کی حالت میں پڑھی جائے، تو سفر کی وجہ سے نمازِ قصر پڑھی جاتی ہے۔ اور صلاۃُ الخوف جس طرح ادا نماز پڑھتے ہوئے جائز ہے، اسی طرح قضا نماز پڑھتے ہوئے بھی جائز ہے۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۱۶، مادة "صلاة الخوف")

مسئلہ نمبر 2...... صلاۃُ الخوف کا تعلق شدتِ خوف سے ہے، اور شدتِ خوف ہی اس نماز کا سبب اور شرط ہے، بشرطیکہ شدتِ خوف جائز ومباح چیز پر مبنی ہو، لہٰذا صلاۃُ الخوف اہلِ حرب کفار کے خلاف قتال میں مصروف ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے، اور اسی طرح دوسرے مباح قتال کی صورت میں بھی جائز ہے، جیسا کہ باغیوں اور ڈاکوؤں کے خلاف قتال کی صورت میں بھی جائز ہے، جبکہ خوف کی شدت کے باعث معمول کے مطابق نماز پڑھنا مشکل ہو۔

اور اگر سیلاب اور پانی میں غرق ہونے یا آتش زدگی کے خوف کی شدت ہو، یا درندہ وغیرہ کی طرف سے مال یا جان پر خوف کی شدت ہو، اور امن کی حالت کے مطابق نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو، اور نماز قضا ہونے کا خوف ہو، تو اس صورت میں بھی صلاۃُ الخوف پڑھنا جائز ہے۔

البتہ حرام وناجائز قتال کی صورت میں صلاۃُ الخوف جائز نہیں، مثلاً باغیوں اور ڈاکوؤں کو لڑائی کے دوران صلاۃُ الخوف پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح تعصب وعصبیت کی بناء پر، قومیت ولسانیت اور صوبائیت وغیرہ کی بنیادوں پر جو لوگ جنگ ولڑائی کر رہے ہوں، ان کو بھی صلاۃُ الخوف پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ اس طرح کی جنگ اور لڑائی شرعاً جائز ومباح کے زمرہ میں نہیں آتی۔ [2]

---

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلى مشروعية صلاة الخوف في حياة النبي صلى الله عليه وسلم وبعد وفاته، وإلى أنها لا تزال مشروعة إلى يوم القيامة......وقال أبو يوسف من الحنفية: كانت مختصة بالنبي صلى الله عليه وسلم واحتج بالآية السابقة . وذهب المزني من الشافعية إلى أن صلاة الخوف كانت مشروعة ثم نسخت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۱۴، ۲۱۵، مادة "صلاة الخوف")

[2] تجوز صلاة الخوف عند شدة الخوف في قتال الحربيين......وكذلك تجوز في كل قتال مباح، كقتال أهل البغي، وقطاع الطرق، وقتال من قصد إلى نفس شخص، أو أهله أو ماله، قياسا على قتال الحربيين......

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3...... شدتِ خوف کی حالت میں تمام حاضرین کو ایک ہی امام کی اقتداء میں صلاۃُ الخوف پڑھنا یا باجماعت نماز پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ ایک سے زیادہ ائمہ کی اقتداء میں اور اسی طرح بوقتِ ضرورت ہر ایک کا تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے، جس طرح کہ ایک امام کی اقتداء میں مخصوص طریقہ پر صلاۃُ الخوف پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور اگر شدتِ خوف کے باعث باقاعدہ رکوع وسجدہ وغیرہ کی شرائط کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھنا مشکل ہو، تو کھڑے کھڑے اور سواری پر بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ کے اشارہ سے جس طرف رخ ہو، اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بھی متعدد فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ یہ ضرورت کی نماز ہے۔ لے

مسئلہ نمبر 4...... صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف پڑھنے کے متعدد روایات میں مختلف طریقے آئے ہیں، جن کے متعلق فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

بعض فقہائے کرام کا اس سلسلہ میں فرمانا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات میں حسبِ ضرورت وحسبِ موقع مختلف طریقوں سے صلاۃُ الخوف والی نماز پڑھی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والرخصة فى هذا النوع لا تختص بالقتال، بل متعلق بالخوف مطلقا .فلو هرب من سيل، أو حريق ولم يجد معدلا عنه، أو هرب من سبع فله أن يصلى صلاة شدة الخوف، إذا ضاق الوقت وخاف فوت الصلاة، وكذا المديون المعسر العاجز عن إثبات إعساره، ولا يصدقه المستحق، وعلم أنه لو ظفر به حبسه .

ولا تجوز فى القتال المحرم كقتال أهل العدل، وقتال أهل الأموال لأخذ أموالهم، وقتال القبائل عصبية، ونحو ذلك؛ لأنها رخصة وتخفيف، فلا يجوز أن يتمتع بها العصاة؛ لأن فى ذلك إعانة على المعصية، وهو غير جائز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ ص١٥ ٢، ٢١٦،مادة ”صلاة الخوف“)

لے اتفق الفقهاء على ناحيتين مهمتين:

أولاهما ـ أنه يجوز للجيش أن يصلوا بإمامين، كل طائفة بإمام.

وثانيتهما ــ أنه فى اشتداد الخوف وتعذر الجماعة، يجوز للجنود أن يصلوا فرادى ركبانا وراجلين، فى مواقعهم وخنادقهم، يومئون إيماء بالركوع والسجود إلى أى جهة شائوا، إلى القبلة وإلى غيرها، يبتدئون تكبيرة الإحرام إلى القبلة إن قدروا، أو إلى غيرها؛ لأن هذه صلاة للضرورة، تسقط بها الأركان والتوجه إلى القبلة .

وأما صلاة الخوف جماعة لكل الجنود، بإمام واحد: فتجوز صلاتها على أى صفة صلاها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد جائت الأخبار بأنها على ستة عشر نوعا، فى صحيح مسلم بعضها، ومعظمها فى سنن أبى داود، وفى صحيح ابن حبان منها تسعة، ففى كل مرة كان صلى الله عليه وسلم يفعل ما هو أحوط للصلاة وأبلغ فى الحراسة(الفقه الاسلامى وادلتة للزحيلى، ج٢ص١٤٦٠ ، الباب الثانى، الفصل العاشر، المبحث السابع)

www.idaraghufran.org

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جن طریقوں سے معتبر سند کے ساتھ صلاۃُ الخوف پڑھنا ثابت ہے، اس طریقہ سے صلاۃُ الخوف پڑھنا جائز ہے۔ [1]

اور ایک امام کی اقتداء میں تمام افراد کو نماز پڑھنے کا حکم اس صورت میں ہے، جبکہ سب افراد ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے خواہش مند ہوں، اور اگر ایسا نہ ہو، تو ہر جماعت کو الگ الگ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے، تاکہ عام قاعدہ کے مطابق نماز واقع ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر 5...... ایک امام کی اقتداء میں صلاۃُ الخوف پڑھنے کا ایک طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں بنادی جائیں، ایک جماعت دشمنوں کے مقابلہ میں موجود رہے، اور دوسری جماعت کو امام دشمنوں کے سامنے سے کچھ ہٹ کر ایسی جگہ نماز پڑھائے، جہاں دشمنوں کے تیر اور گولیاں وغیرہ نہ پہنچ سکتی ہوں۔

پھر اگر دو رکعت والی نماز ہو، مثلاً فجر کی نماز یا قصر نماز پڑھنی ہو، تو امام اس جماعت کو پہلے ایک رکعت پڑھائے گا، اور اگر چار یا تین رکعت والی نماز ہو، تو اس جماعت کو پہلے دو رکعت پڑھائے گا۔

اور جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دو رکعت پڑھانے کی صورت میں جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا، اور تین یا چار رکعات پڑھانے کی صورت میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا، تو مقتدی امام کی متابعت سے نکل جائیں گے، اور یہ مقتدی اسی وقت اپنی باقی ماندہ رکعات پوری کریں گے، اور پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑے ہو جائیں گے، اور دوسری جماعت نماز پڑھنے کے لیے آجائے گی، اور امام اس دوران قیام کی حالت میں کھڑے ہو کر پہلی جماعت کے نماز مکمل کرنے اور دوسرے جماعت کے آنے کا انتظار کرے گا، پھر دوسری جماعت کو باقی ماندہ نماز پڑھائے گا، اور امام

---

[1] اعلم أنه ورد فی صلاة الخوف روايات كثيرة وأصحها ست عشرة رواية .واختلف العلماء فی كيفيتها، وفی المستصفی أن كل ذلک جائز، والكلام فی الأولی والأقرب من ظاهر القرآن هذه الكيفية إمداد وفی ط عن المجتبی ولا فرق بين ما إذا كان العدو فی جهة القبلة أو لا علی المعتمد(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲، ص۱۸۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الخوف)

[2] هذا إنما يحتاج إليه إذا تنازع القوم فی الصلاة خلف إمام واحد، أما إذا لم يتنازعوا فالأفضل للإمام أن يجعل القوم طائفتين، فيصلی كل طائفة بإمام، فطائفة يقومون بإزاء العدو، وطائفة يصلی بهم إمامهم تمام صلاتهم ثم يقومون بإزاء العدو، ويصلی رجل من الطائفة التی كانوا بإزاء العدو صلاتهم تمامها(البناية شرح الهداية، ج۳، ص۱۶۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الخوف)

www.idaraghufran.org

جب آخری تشہد میں بیٹھے گا، تو اس کے مقتدی کھڑے ہوکر اپنی باقی ماندہ رکعات پوری کریں گی، اور امام ان کی نماز پورا ہونے کا انتظار کرے گا، پھر جب یہ بعد میں آنے والے افراد آخری قعدہ میں بیٹھیں گے، تو امام سلام پھیرے گا، اور یہ بعد میں آنے والے افراد امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اپنی نماز مکمل کریں گے۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک امام اپنی نماز مکمل کر کے سلام پھیر دے گا، اور بعد والی جماعت کے مقتدیوں کی نماز کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں کرے گا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب پہلی جماعت امام سے الگ ہوگی، تو وہ اسی وقت اپنی باقی ماندہ نماز کو مکمل نہیں کرے گی، بلکہ اسی حال میں وہ دشمنوں کے سامنے پہنچ جائے گی، اور وہ نماز کی حالت میں ہی ہوگی، اور دوسری جماعت آ کر امام کے ساتھ شامل ہوجائے گی، اور یہ دونوں جماعتیں اپنی باقی ماندہ رکعتوں کو بعد میں پوری کریں گی۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ ص٢١٧ ،مادة "صلاة الخوف")

اس کے علاوہ صلاۃُ الخوف کو ایک امام کی اقتداء میں پڑھنے کا ایک طریقہ ان فقہائے کرام کے نزدیک جو فرض پڑھنے والے کو نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ ہے کہ پہلے امام ایک جماعت کو پوری نماز پڑھا کر سلام پھیر دے، پھر وہی امام دوسری جماعت کو دوبارہ نماز پڑھائے، امام کے حق میں یہ دوسری نماز نفل ہوگی، اور مقتدیوں کے حق میں فرض ہوگی۔

مگر حنفیہ کے نزدیک اس طریقہ کے مطابق صلاۃُ الخوف پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک فرض نماز پڑھنے والے کو نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست نہیں۔ [1]

اس کے علاوہ بھی بعض فقہائے کرام نے صلاۃُ الخوف ایک امام کی اقتداء میں پڑھنے کے دوسرے طریقے

---

[1] الثانی: أن يجعل الإمام الجيش فرقتين: فرقة في وجه العدو، وفرقة يحرم بها، ويصلي بهم جميع الصلاة، ركعتين كانت، أم ثلاثا، أم أربعا، فإذا سلم بهم ذهبوا إلى وجه العدو وجاءت الفرقة الأخرى فيصلي بهم تلك الصلاة مرة ثانية، وتكون له نافلة، ولهم فريضة، وهذه صلاته صلى الله عليه وسلم ببطن نخل، وتندب هذه الكيفية إذا كان العدو في غير جهة القبلة، وكان في المسلمين كثرة والعدو قليل وخيف هجومهم على المسلمين ولا يقول بهذه الكيفية من الأئمة من لا يجيز اقتداء المفترض بالمتنفل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ ص٢١٧، ٢١٨ ،مادة "صلاة الخوف")

www.idaraghufran.org

بیان فرمائے ہیں،جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

(ملاحظہ ہو:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص۲۱۸،۲۱۹، مادة "صلاة الخوف"،الفقه الاسلامی وادلتهٗ للزحيلی، ج۲ ص ۱۴۶۱ الیٰ ۱۴۶۵، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث السابع)

مسئلہ نمبر 6...... اگر کسی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد خوف کی شدت کی بناء پر فقہائے کرام کے بیان کردہ طریقوں پر نمازِ خوف پڑھنا ممکن نہ ہو،البتہ نماز کا مستحب وقت ختم ہونے سے پہلے مذکورہ طریقہ پر صلاۃُ الخوف پڑھنے پر قدرت حاصل ہونے کی امید ہو،تو نماز کو اس وقت تک مؤخر کریں گے،اور آخری مستحب وقت میں مخصوص طریقہ پر صلاۃُ الخوف پڑھیں گے۔

اور اگر شدتِ خوف کی بناء پر ایسا کرنا بھی ممکن نہ ہو،تو جب نماز کا وقت ختم ہونے میں صرف اتنا وقت باقی رہ جائے گا،جس میں یہ نماز ادا کی جاسکتی ہو،اس وقت اشارہ سے نماز پڑھیں گے،ورنہ ہر شخص اپنے حسبِ طاقت وحسبِ قدرت نماز پڑھے گا،اگر کسی کو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر چلتے ہوئے قدرت حاصل ہو، تو وہ اسی طرح نماز پڑھے گا،اور رکوع وسجدہ وغیرہ اشارہ سے کرنا جائز ہوگا،اسی طرح اگر قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو،تو وہ بھی معاف ہوگا۔

(ملاحظہ ہو:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۱۹، مادة "صلاة الخوف")

البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک پیدل اور سواری پر چلتے ہوئے باجماعت نماز پڑھنا جائز نہیں۔[1]

مسئلہ نمبر 7...... صلاۃُ الخوف یا نمازِ خوف پڑھنے کے دوران اگر قتال کی ضرورت پیش آجائے،تو حنفیہ کے نزدیک اس طرح قتال کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے،جس میں عملِ کثیر لازم آرہا ہو،لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک شدتِ خوف کے درمیان صلاۃُ الخوف پڑھتے ہوئے ضرورتاً قتال کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(ملاحظہ ہو:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۱۹،۲۲۰، مادة "صلاة الخوف")

مسئلہ نمبر 8...... اگر خوف کی شدت شہر میں جمعہ یا عیدین کی نماز کے وقت پیش آجائے،مثلاً باغیوں یا

---

[1] ولو كان الخوف أشد ولا يمكنهم النزول عن دوابهم صلوا ركبانا بالإيماء ؛ لقوله تعالى (فإن خفتم فرجالا أو ركبانا)ثم إن قدروا على استقبال القبلة يلزمهم الاستقبال وإلا فلا بخلاف التطوع إذا صلاها على الدابة حيث لا يلزمه الاستقبال وإن قدر عليه؛ لأن حالة الفرض أضيق ألا ترى أنه يجوز الإيماء في التطوع مع القدرة على النزول ولا يجوز ذلك في الفرض، ويصلون وحدانا ولا يصلون جماعة ركبانا في ظاهر الرواية، وقد روي عن محمد أنه جوز لهم في الخوف أن يصلوا ركبانا بجماعة وقال أستحسن ذلك لينالوا فضيلة الصلاة بالجماعة وقد جوزنا لهم ما هو أعظم من ذلك وهو الذهاب والمجيء لإحراز فضيلة الجماعة(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۴۵، كتاب الصلاة، فصل شرائط جواز صلاة الخوف)

www.idaraghufran.org

ڈاکوؤں سے لڑائی کرنی پڑ جائے، تو جمعہ وعیدین کی نماز بھی صلاۃ الخوف کے مطابق پڑھنا جائز ہے۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۲۷ ص ۲۲۰، مادۃ "صلاۃ الخوف"، مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، ج ۱، ص ۱۷۷، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخوف)

مسئلہ نمبر 9...... صلاۃ الخوف پڑھنے کے دوران اسلحہ اٹھا کر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ [1]

[1] حمل السلاح فی ھذہ الصلوات مستحب (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۲۷ ص ۲۲۰، ۲۲۱، مادۃ "صلاۃ الخوف")

مسئلہ نمبر 10...... ایک امام کی اقتداء میں صلاۃ الخوف پڑھنے کی صورت میں اگر امام کو سجدہ سہو کی ضرورت پیش آ جائے، تو حنفیہ کے نزدیک دوسری جماعت امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوگی، اور پہلی جماعت اپنی نماز مکمل کرنے کے وقت سجدہ سہو کرے گی۔ [1]

[1] ولو سھا الإمام فی صلاۃ الخوف سجد للسھو وتابعہ فیھما الطائفۃ الثانیۃ.
وأما الطائفۃ الأولی فإنما یسجدون بعد الفراغ من الإتمام؛ لأن الطائفۃ الثانیۃ بمنزلۃ المسبوقین، إذ لم یدرکوا مع الإمام أول الصلاۃ، والطائفۃ الأولی بمنزلۃ اللاحقین لإدراکھم أول صلاۃ الإمام (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۷۶، کتاب الصلاۃ، فصل بیان من یجب علیہ سجود السھو ومن لا یجب علیہ سجود السھو)

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی

ادارہ غفران میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر حسبِ سابق اس سال (۱۴۳۸ھ 2017ء) میں بھی شرعی اصولوں کے مطابق اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔

عام حصہ: گیارہ ہزار روپے (-/11000)

متوسط حصہ: تیرہ ہزار روپے (-/13000)

ادنیٰ حصہ: سات ہزار روپے (-/7000)

حصہ لینے کے خواہش مند حضرات تفصیلات کے لئے

ادارہ غفران سے درج ذیل پتہ یا فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

زیرِ انتظام: ادارہ غفران ٹرسٹ، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی

051-5507270-0333-5365831

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام
اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اور قابلِ توجہ اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کے فرض وواجب ہونے سے متعلق بھی بنیادی اور اُصولی احکام چند رائج منکرات کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، اور فرض حج میں تاخیر کے حیلے بہانوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ حجِ بدل وحجِ نذر کے مسائل بھی درج کیے گئے ہیں، اور عمرہ کا حکم بھی تحریر کیا گیا ہے، اور چند تحقیقی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنّف
مفتی محمد رضوان

حُسنِ معاشرت اور آدابِ زندگی

(Beauty of Civilization and Manners of Life)

اچھی معاشرت اور طرزِ زندگی گزارنے، رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے لین دین کرنے، تہذیب وشرافت والی زندگی بسر کرنے کے مختصر، جامع اور سہل آداب واحکام اور زندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اور آدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

صدقہ کے فضائل اور بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مُرَتَّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصد اور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جا قیود اور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ کرنے کی نیت کر لینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عباداتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعد وضوابط

مصنّف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ ومرتبہ
رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات
صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،
والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی
صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب
اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

موت کی تمنا کرنا (دوسری وآخری قسط)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ بُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ : اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الوَفَاةُ خَيْرًا لِي " (بخاری، رقم الحديث ٥٦٧١)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا اس مصیبت کے وجہ سے نہ کرے، جو اسے پہنچی ہے، اور اگر ایسا کرنا ضروری ہی سمجھے تو یہ کہے کہ اے اللہ! جب تک میرا زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہو، اس وقت تک ہمیں زندہ رکھ اور جب مرجانا میرے لئے بہتر ہو، تو مجھے موت دے دے (بخاری)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم قال ": لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ في الدنيا ولكن ليقل اللهم أحيي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خيرا لي و أفضل (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٩٦٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی دنیا میں نازل شدہ تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، البتہ (ایسے موقع پر) یہ دعاء کرے کہ یا اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھیے، جب تک زندگی میں میرے لیے خیر ہو، اور مجھے اس وقت وفات دے دیجیے، جب میرے لیے وفات میں خیر اور فضیلت ہو (ابنِ حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تکلیف سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر دنیا میں آزمائش کی شدت وتکالیف وغیرہ کی وجہ سے کسی کو موت کا زیادہ ہی تقاضا ہو، تو مذکورہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی علی شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

احادیث میں اس کو پورا کرنے کا طریقہ یہ بتلایا گیا ہے کہ موت کی تمنا کرنے کے بجائے یہ دعاء کرنی چاہیے کہ:

اے اللہ! جب تک میرے زندہ رہنے میں خیر ہو، اس وقت تک مجھے زندہ رکھیے، اور جب میرے فوت ہونے میں خیر ہو، اس وقت مجھے وفات دیجیے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی، عارضی اور وقتی ہے۔

لہٰذا اس عارضی زندگی سے اس حال میں رخصت ہوجانا کہ اس کی وجہ سے آخرت کی اصلی اور دائمی زندگی درست ہوجائے، یہ ہزار درجہ بہتر ہے، خواہ دنیا کی زندگی مختصر کیوں نہ حاصل ہو۔

اور اس کے برعکس دنیا کی لمبی زندگی کا حاصل ہونا کسی کام کا نہیں۔

اس طرح کی بعض دعاؤں کا دوسری احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :اللهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ(مسلم، رقم الحديث ٢٧٢٠ "٧١")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میرے دین کو درست فرمادیجیے جو میرے معاملات کا محافظ ہے، اور میری دنیا کو درست فرمادیجیے جس میں میری معاش ہے، اور میری آخرت کو درست فرمادیجیے، جس میں مجھے لوٹنا ہے، اور میری زندگی کو ہر بھلائی میں میرے لئے زیادتی کا باعث بنادیجیے، اور موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت کا ذریعہ بنادیجیے (مسلم)

معلوم ہوا کہ آخرت ہی ہر انسان کا ''معاد'' یعنی لوٹنے کی جگہ ہے، اس تک پہنچنے کے لیے موت کے شر سے حفاظت طلب کرنی چاہیے۔

بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعاء بھی مروی ہے کہ:

''وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ''

’’اوراے اللہ! جب آپ کسی قوم کوفتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں، تو مجھے فتنہ میں مبتلا کیے بغیر وفات دے دیجیے‘‘

(ملاحظہ ہو: سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۲۳۵)

مذکورہ حدیث میں فتنہ سے مراد گمراہی یا عذاب میں مبتلا ہونا ہے، اوراس طرح کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بہتر موت کا واقع ہونا ہے۔

بعض دیگر روایات سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ فتنہ وضلالت میں مبتلا ہونے سے بہتر موت کا واقع ہوجانا ہے، کیونکہ اس طرح کا فتنہ وضلالت درحقیقت آخرت کے لیے مُضر ہے۔

چنانچہ حضرت علیم سے روایت ہے کہ:

كُنَّا جُلُوسًا عَلَى سَطْحٍ مَعَنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَزِيدُ :لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَبْسًا الْغِفَارِيَّ، وَالنَّاسُ يَخْرُجُونَ فِي الطَّاعُونِ، فَقَالَ عَبْسٌ :يَا طَاعُونُ خُذْنِي، ثَلَاثًا يَقُولُهَا، فَقَالَ لَهُ عُلَيْمٌ :لِمَ تَقُولُ هَذَا؟ أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ فَإِنَّهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ عَمَلِهِ، وَلَا يُرَدُّ فَيُسْتَعْتَبَ "فَقَالَ :إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :بَادِرُوا بِالْمَوْتِ سِتًّا :إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۶۰۴۰) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ ہم کسی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بھی تھے، یزید (راوی) کہتے ہیں کہ وہ صحابی حضرت عبس غفاری رضی اللہ عنہ تھے، اورلوگ اس وقت اس علاقہ سے طاعون کی وجہ سے نکل رہے تھے، حضرت عبس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے طاعون! تو مجھے اپنی گرفت میں لے لے، یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ دہرایا، تو ان سے حضرت علیم نے کہا کہ آپ ایسی باتیں کیوں کررہے ہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ موت سے

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اعمال منقطع ہوجاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ زندگی ملنے پر اسے توبہ کی توفیق مل جائے، تو حضرت عبس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

حضرت شداد ابی عمار شامی سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ :يَا طَاعُونُ خُذْنِي إِلَيْكَ قَالَ :فَقَالُوا :أَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :مَا عَمَّرَ الْمُسْلِمُ كَانَ خَيْرًا لَهُ؟ "قَالَ :بَلَى وَلَكِنِّي أَخَافُ سِتًّا إِمَارَةَ السُّفَهَاءِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْءً يَنْشَئُونَ يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ، وَسَفْكَ الدَّمِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ، رقم الحديث ٢٣٩٧٠) [1]

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے طاعون! مجھے پکڑ لے، لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ مسلم کو جتنی عمر بھی دی جاتی ہے، اس میں اس کے لیے بہترائی ہوتی ہے، تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے، لیکن میں چھ چیزوں کا خوف رکھتا ہوں، ایک تو بے وقوفوں کی حکومت کا، دوسرے فیصلوں کی خرید وفروخت کا، تیسرے پولیس کی کثرت کا، چوتھے قطع رحمی کا، پانچویں ایسے (نوخیز) نسل کے لوگوں کا جو قرآن کو گانا بنائیں گے، اور چھٹے خونریزی عام ہونے کا (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے فتنوں میں مبتلا ہونے سے موت کا آجانا بہتر ہے، جس سے مراد وہ فتنے ہیں جن میں مبتلا ہونے سے انسان کی آخرت کو نقصان پہنچے۔

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

پس اگر کوئی ایسے فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرے، جو انسان کی آخرت کے لیے نقصان دہ ہیں، تو پھر موت کی تمنا کرنا کیونکہ دنیا کی تکلیف سے تنگ آ کر نہیں ہے، بلکہ درحقیقت آخرت کی محبت ہی کے لیے ہے، اس لیے اس میں گناہ نہیں۔

پس اگر کوئی مومن بندہ اللہ سے ملاقات کی محبت اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے طلب کے جذبہ میں موت کی خواہش و تمنا کرے یا شہادت حاصل ہونے یا مدینہ منورہ میں وفات کی دعاء کرے اور ایسا کرنا دنیا کے مصائب و تکالیف سے تنگ آ کر نہ ہو، تو جائز ہے۔

حضرت اسلم سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(صحيح البخاری، رقم الحديث ١٨٩٠)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء فرمائی کہ اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت کی نعمت عطاء فرمایئے، اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (یعنی مدینہ منورہ) میں وفات دیجیے (بخاری)

عدنان احمد خان
0345-5067603
الفہد فوڈز کوکنگ سنٹر
دوکان نمبر K-93، ظفر الحق روڈ، نزد بوبی پان شاپ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
فون: 051-5961624

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

شاہ ولی اللہ صاحب کا فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال (قسط1)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فقہی واجتہادی منہج وفکر کے متعلق اس سے قبل کچھ تفصیل ذکر کی جاچکی ہے۔

اس کے علاوہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تصریحات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال کے قائل اور اسی کے مطابق عامل تھے، اور وہ موجودہ دور میں بعض جامد ومتشدد مقلدین وغیر مقلدین میں پائے جانے والے تشدد وتعصب کے قائل نہیں تھے۔

آنے والے صفحات میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تالیفات سے چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں، جن میں آج کل طرفین سے زیادہ غلو وتشدد یا افراط وتفریط پر مبنی طرزِ عمل سامنے آتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اگر طرفین سے بے جا تشدد وتعصب کرنے اور اسی کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اپنی نسبت کرنے والے حضرات، تعصب وجمود سے بالاتر اور خالی الذہن ہوکر غور فرمائیں گے، تو تعصب وتشدد سے نجات اور اعتدال وتوسع کی نعمت حاصل ہونے میں مدد ملے گی، البتہ تاویلات کا راستہ بہت طویل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی وصیت

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''وصایا'' میں (جو فارسی زبان میں ہے) لکھتے ہیں:

> اول وصیت ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت دراعتقاد وعمل، پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن...... و درعقائد مذہب قدماءِ اہل سنت اختیار کردن وآں راتفصیل وتفتیش انچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن وبہ تشکیکات خام معقولیان التفات نکردن۔ [1]

[1] شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس رسالہ کا نام جو فارسی میں ہے ''المرآۃ الوضیۃ فی النصیحۃ و الوصیۃ'' رکھا تھا، یہ شاہ صاحب کے بعض دوسرے رسائل کے مجموعہ میں بھی شاملِ اشاعت ہے۔

www.idaraghufran.org

’’اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد وعمل میں کتاب وسنت کو مضبوط ہاتھوں سے تھاما جائے، اور ہمیشہ ان پر عمل کیا جائے، عقائد میں متقدمین اہلِ سنت کے مذہب کو اختیار کیا جائے اور (صفات وآیات متشابہات) کے سلسلہ میں سلف نے جہاں تفصیل وتفتیش سے کام نہیں لیا، ان سے اعراض کیا جائے، اور معقولیان خام کی تشکیکات کی طرف التفات نہ کیا جائے‘‘ (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ پنجم، ص۱۶۵، ۱۶۶، باب پنجم، بعنوان’’عقائد کی تفہیم وتشریح کتاب وسنت کی روشنی میں اور صحابہ وسلف کے مسلک کے مطابق‘‘، مطبوعہ: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

مذکورہ وصیت میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اعتقاد وعمل میں کتابُ اللہ وسنتِ رسول اللہ پر مضبوطی سے عمل کرنے کے ساتھ ’’صفاتِ متشابہات‘‘ کے متعلق بھی افراط وتفریط سے پاک معتدل ومتوسط فکر بیان فرمادی ہے، جس میں آج کل بعض حضرات کی طرف سے افراط وتفریط سامنے آجاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا طالبانِ علم سے خطاب

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فقہائے محدثین کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب ’’التفهيمات الالٰهية‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’میں ان طالبانِ علم سے کہتا ہوں، جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اور صرف ونحو ومعانی کے دلدل میں پھنس کر رہ گئے، تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے، حالانکہ علم یا تو کتابُ اللہ کی آیتِ محکم ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ ثابتہ، تمہیں چاہئے تھا کہ تمہیں یہ یاد رہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے نماز پڑھی، آپ کیسے وضو فرماتے تھے، قضائے حاجت کے لیے کس طرح جاتے تھے، کیسے روزہ رکھتے تھے، کیسے حج کرتے تھے، کیسے جہاد کرتے تھے، آپ کا اندازِ گفتگو کیا تھا، حفظِ لسان کا طریقہ کیا تھا، آپ کے اخلاقِ عالیہ کیا تھے؟ تم آپ کے اسوہ پر چلو، اور آپ کی سنت پر عمل کرو، اس بناء پر کہ وہ آپ کا طریقِ زندگی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس بناء پر نہیں کہ وہ فرض وواجب ہے، تمہیں چاہئے تھا کہ تم دین کے احکام ومسائل سیکھو، باقی سیر وسوانح

www.idaraghufran.org

اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی وہ حکایات جو آخرت کا شوق پیدا کریں، تو وہ ایک تکمیلی چیز اور امرِ زائد ہے، اس کے مقابلہ میں تمہارے مشاغل اور جن باتوں پر تم پوری توجہ صرف کرتے ہو، وہ آخرت کے علوم نہیں ہیں، دنیاوی علوم ہیں۔

تم اپنے سے پہلے کے فقہاء کے استحسانات اور ان کی تفریعات میں غوطہ لگاتے ہو، اور یہ نہیں جانتے کہ حکم وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے، تم میں کتنے آدمی ہیں، جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچتی ہے، تو اس پر عمل نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے، حدیث پر نہیں ہے، پھر تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ کاملین اور ماہرین کا کام ہے، حضراتِ ائمہ سے یہ حدیث مخفی نہیں ہو سکتی، پھر انہوں نے جو اس کو چھوڑا تو کسی وجہ سے جو ان پر منکشف ہوئی، مثلاً نسخ یا مرجوحیت۔

یاد رکھو کہ اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں، اگر تمہارا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے، تو اس کی پیروی کرو، وہ تمہارے مذہب کے موافق ہو یا مخالف، اللہ کی مرضی تو یہ تھی کہ تم کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع سے اشتغال کرتے، اگر ان دونوں پر عمل کرنا تمہارے لیے آسان ہو، تو کیا کہنا، اور اگر تمہارے فہم اس سے قاصر ہوں، تو پھر کسی سابق عالم کے اجتہاد سے مدد لو، اور جس کو زیادہ صحیح، صریح اور سنت کے موافق پاؤ، اس کو اختیار کرو، علومِ آلیہ سے اس ذہن کے ساتھ اشتغال کرو کہ وہ آلات و وسائل ہیں، ان کی مستقل حیثیت اور مقصود کا درجہ نہیں، کیا اللہ نے تمہارے اوپر یہ واجب نہیں کیا کہ تم علم کی اشاعت کرو، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ملک میں شعائرِ اسلام ظاہر و غالب ہوں، تم نے شعائر کا تو اظہار نہیں کیا، اور لوگوں کو زوائد میں مشغول کر دیا (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ پنجم، ص ۱۸۷ تا ۱۸۹، باب ششم، بعنوان "ہندوستان میں علمِ حدیث سے بے اعتنائی کا شکوہ"، مطبوعہ: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی) [1]

[1] واقول لطلبة العلم: ایها السفهاء المسمون انفسكم بالعلماء اشتغلتم بعلوم الیونانین وبالصرف والنحو والمعانی، وظننتم ان هذا هو العلم، انما العلم آیة محكمة من كتاب الله ان تتعلموها بتفسیر غریبها، وسبب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا کلام سے درجِ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......بعض حضرات کا اپنے سے پہلے فقہاء کے استحسانات اوران کی تفریعات پر اکتفاء کرنا اوران کے مقابلہ میں پہنچنے والی حدیث پر عمل نہ کرنا اور یہ کہنا کہ ہمارا عمل فلاں مذہب پر ہے،اس حدیث پر نہیں۔

یہ طرزِعمل اعتدال پر مبنی نہیں۔

(2)......اپنے امام یا اس کے متبعین کے مذہب کے خلاف کسی حدیث کے ہونے پر یہ خیال کرنا کہ ہمارے امام یا اس کے متبعین کاملین اور ماہرین تھے،اورانہوں نے اس حدیث پر جو عمل نہیں کیا،اس کی وجہ ان کے نزدیک اس حدیث کا منسوخ یا مرجوح ہونا تھا۔

اس خیال کا دین سے تعلق نہیں،اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے،تو اسی کی پیروی کرنی چاہیے،خواہ وہ ہمارے فقہی مذہب کے موافق ہو یا مخالف۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نزولها، وتاويل معضلها.اوسنة قائمة من رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تحفظوا كيف صلى النبى صلى الله عليه وسلم، وكيف توضأ، وكيف كان يذهب لحاجة ،وكيف يصوم ،وكيف يحج ،وكيف يجاهد، وكيف كان كلامه وحفظه للسانه ،وكيف كان اخلاقه فاتبعوا هديه واعملو بسنته على انه هدى وسنة لا على انه فرض ومكتوب عليكم .او فريضة عادلة ان تتعلموا ماكان اركان الوضوء ، وما اركان الصلاة ،وما نصاب الزكاة ،وماقدر الواجب ، وما سهام فرائض الميت.اما السير وما يرغب فى الآخرة من حكايات الصحابة والتابعين فهو فضل.

واما مااشتغلتم به وماالتفتم فيه فليس من علوم الآخرة انما هى من علوم الدنيا خضتم كل الخوض فى استحسانات الفقهاء من قبلكم وتفريعاتهم .اما تعرفون ان الحكم ماحكمه الله ورسوله ورُبَّ انسان منكم يبلغه حديث من احاديث نبيكم فلا يعمل به ، ويقول انما عملى على مذهب فلان لا على الحديث ثم اختال بان فهم الحديث والقضاء به من شأن الكمل المهرة وان ائمة لم يكونوا ممن يخفى عليهم هذا الحديث فما تركوه الا لوجه ظهر لهم فى الدين من نسخ او مرجوحية.

اعلموا انه ليس هذا من الدين فى شيىء ان آمنتم بنبيكم فاتبعوه خالف مذهبا او وافقه كان مرضى الحق ان تشتغلوا بكتاب الله وسنتة رسوله ابتداء فان سهل عليكم الاخذ بهما ، فبها ونعمت، وان قصرت افهامكم فاستعينوا برأى من مضى من العلماء ماتروه احق واصرح واوفق بالسنة وان لا تشتغلوا بالعلوم الآلية الا بانها آلة لا بانها امور مستقلة ، اما اوجب الله عليكم ان تشيعوا العلم حتى يظهر شعائر الاسلام فى بلاد المسلمين فلم تظهروا الشعائر وامرتم الناس ان يشتغلوا بالزوائد واستكثرتم فى اعينهم طلب الحق والدين اما ترون البلاد العظام تخلوا عن العلماء وان كانوا فهم دون ظهور الشعائر(التفهيمات الالٰهية، ج ۱ ص ۲۱۴،۲۱۵، مطبوعة:مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع:1936ء ۱۳۵۵ھ)

www.idaraghufran.org

(3)...... اگرکسی کا فہم براہِ راست کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے اجتہاد کرکے حکم معلوم کرنے سے قاصر ہو، تو اس کو سابق علماء کے اجتہاد سے مدد حاصل کرنی چاہیے، اور جس کا قول زیادہ صحیح، صریح اور سنت کے موافق پائے، اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ ہدایت کے مطابق جو اپنے نزدیک حق و سچ سمجھا، جمود و تشدد اور افراط و تفریط سے بچتے اور اعتدال و توسع پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اس پر عمل کیا، اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کی، جس کے چند نمونے آگے آتے ہیں۔

شاہ صاحب کے والد، شاہ عبدالرحیم صاحب کا فقہی ذوق

مولانا محمد مظہر بقا صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے فقہی ذوق سے متعلق اپنے تفصیلی مقالہ میں فرماتے ہیں کہ:

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے، فقہ حنفی میں انہیں جو مقام حاصل تھا، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں ان کا بھی حصہ رہا ہے (انفاس العارفین، ص ۲۴) [1]

حنفیت کے باوجود بعض مسائل میں وہ حنفیت کے خلاف عمل کیا کرتے تھے، یہ مسائل وہ تھے جن میں صحیح احادیث یا ان کے وجدان کے مطابق احناف کے مذہب کے مقابلہ میں کسی دوسرے مذہب کو ترجیح حاصل تھی، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ایسے دو مسائل کی نشاندہی کی ہے، قرائت فاتحہ خلف الامام اور نمازِ جنازہ میں قرائتِ فاتحہ، چنانچہ لکھتے ہیں:

مخفی نماند کہ حضرتِ ایشاں در اکثر امور موافق مذہبِ حنفی عمل میکردند، الا بعض چیز ہا کہ بحسبِ حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند۔ از آں جملہ آنست کہ در اقتداء فاتحہ میخواندند و در جنازہ نیز (انفاس العارفین)

اسی موقع پر شاہ صاحب رحمہ اللہ نے قرائتِ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں شاہ عبدالرحیم اور

[1] چنانچہ "انفاس العارفین" میں ہے:
حضرت ایشاں می فرمودند کہ در زمانِ عالمگیر فتاویٰ عالمگیری با مروی تدوین کردہ بودند و نظرِ ثانی میکردند (انفاس العارفین، صفحہ ۲۴، مطبع احمدی، دہلی)

www.idaraghufran.org

شیخ عبدالاحد کا ایک مباحثہ بھی نقل کیا ہے۔

مذکورہ عبارت میں ’’از آں جملہ آنست‘‘ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو کے سوا اور بھی مسائل ایسے ہوں گے (اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص۸۹، فصل نمبر2، علمی حالت، ناشر: بقا پبلیکیشنز، کراچی، اشاعتِ دوم:1986ء)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فقہی منہج فقہائے محدثین کے طرزِ عمل کے مطابق تقلید و تحقیق کے ملے جلے رنگ پر مبنی ہے، اور یہی بات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ ’’مسلکِ دیوبند کے طرزِ فکر‘‘ میں پہلے گزر چکی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ محقق و مجتہد اگرچہ وہ جزوی درجہ کا ہو، وہ اپنی تحقیق و اجتہاد کے نتیجہ میں اپنے ظن میں راجح و صواب رائے کا مکلّف ہوتا ہے، اگرچہ اس رائے پر دوسرے مجتہد یا کسی دوسرے مجتہد کے مقلد کو اطمینان نہ ہو، لہٰذا کسی دوسرے کے مقلد یا مجتہد کا اپنا رجحان وگمان کسی دوسرے مجتہد یا اس کے مقلد پر حجت سمجھنا درست نہیں ہے۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ایک تحریر اور اس کا جواب

چند دن پہلے بندہ محمد رضوان کو ایک تحریر موصول ہوئی، جس کا بندہ نے جواب تحریر کیا، اس تحریر اور جواب میں بعض مفید باتوں کی وضاحت ہونے کی وجہ سے ''ماہنامہ التبلیغ'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ محمد رضوان۔

تحریر کا مضمون

مکرم ومحترم جناب مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عرض یہ ہے کہ دارالعلوم ربانیہ، بستی ریاض المسلمین، اڈا بھلور، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، کے ایک مدرس نے ''مجالسِ ذکراللہ کے خلاف سازشیں'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جنہوں نے اس کتاب میں اپنے آپ کو پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب سے منسلک قرار دیا ہے، اس کتاب میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اور حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہما اللہ، اور حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب، مولانا جمیل الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب زید مجدہم وغیرہ کے مضامین پر تردید کی گئی ہے، اور ان حضرات کی طرف سلفی وغیر مقلد وغیرہ ہونے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دراصل مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب زید مجدہٗ کی مرتب کردہ مفصل کتاب ''تحفظ عقائد اہلِ سنت'' کی تردید میں لکھی گئی ہے۔

اگرچہ چاریاری صاحب کی مذکورہ مفصل کتاب میں تو کئی موضوعات ہیں، لیکن ''مجالسِ ذکراللہ کے خلاف سازشیں'' نامی کتاب میں صرف ایک موضوع یعنی ''مجالسِ ذکر'' پر بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب میں مروجہ مجالسِ ذکر کی حمایت کرتے ہوئے اور مانعین کی تردید کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر کیا گیا ہے کہ:

مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب، جو حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے

www.idaraghufran.org

صاحبزادے ہیں،ان کو''ذکر بالجہر'' سے صرف اختلاف ہی نہیں نفرتِ شدیدہ بھی ہے۔اس کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں۔جن میں سے ایک سبب سلفی نظریات والے احباب سے تعلق ومحبت ہے۔

جس کے بعداس کتاب میں تحریرکیا گیا کہ:

ان سلفی نظریات والے احباب میں ایک مفتی رضوان صاحب بھی ہیں،جن کا حقانیہ ساہیوال میں آنا جانا اور قیام ہوتا ہے۔سنہ ۳۵/۱۴۳۴ھ میں جناب مفتی رضوان صاحب نامی مجتہد نے مدرسہ حقانیہ میں تین دن قیام کیا اوران تین دنوں میں درجہ تخصص کے طلباء کوکئی درس دیے،جن میں سے ایک درس میں حنفیوں کی معتبرکتاب فتاویٰ شامی کا خوب آپریشن کیا، دوسرے درس میں رفع یدین کی فضیلت واولویت پردلائل دیے گئے۔

پھرآگےاس کتاب میں لکھا کہ:

کچھ دوستوں نے بتایا کہ مفتی رضوان پکا تقلید کا باغی ہے۔لیکن اس نے تقیہ کی چادراوڑھ رکھی ہے۔اور یہ بہت سارے غلط نظریات موقع بموقع جاری کرتے رہتے ہیں۔

یہ کتاب جناب کے ملاحظہ کے لیےارسال ہے۔

اب آنجناب سے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند باتوں کی وضاحت درکار ہے۔

(1)......مجالسِ ذکراور مذکورہ کتاب کے متعلق جناب کا موقف کیا ہے؟

(2)...... جامعہ حقانیہ میں کیا جناب کی وقتاًفوقتاً آمدورفت اورطلبہ وغیرہ میں دروس ہوتے رہتے ہیں؟

(3)...... فتاویٰ شامی کے متعلق جو بات آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے،اس کی کیا حقیقت ہے؟

(4)......نماز میں رفعِ یدین کے متعلق آپ کا اصل موقف کیا ہے؟

(5)......فقہی امورمیں ائمہ ومجتہدین کی تقلید کے متعلق جناب کس موقف کودرست سمجھتے ہیں۔

امید ہے کہ مذکورہ امورسے متعلق وضاحت فرما کرغلط فہمی کا ازالہ کریں گے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ۔ المستفتی:محمد صابر عفی عنہ۔ویسٹرتج،راولپنڈی

تحریر کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی! زیدمجدہٗ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آنمکرم نے خط میں جو امور تحریر کیے ہیں، بالترتیب ان کے جوابات درج ذیل ہیں۔

مجالسِ ذکر کے متعلق بندہ کا موقف

(1)......''مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر'' کے عنوان سے بندہ کی ایک مفصل کتاب حال ہی میں اس موضوع پر تیار ہوئی ہے، جس میں اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے، اس سے پہلے بھی بندہ نے اس موضوع پر لکھا تھا، لیکن اس مرتبہ بندہ نے اس موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور مانعین کے ساتھ ساتھ مجوزین کے بعض دلائل کو بھی ذکر کیا ہے، اور اس سلسلہ میں معتدل نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے۔

''مجالسِ ذکر'' کے متعلق تفصیل اور بندہ کا موقف مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کرلیا جائے۔

جہاں تک آپ کی طرف سے ارسال کردہ ''مجالسِ ذکر کے خلاف سازشیں'' نامی کتاب پر بندہ کی رائے کا تعلق ہے، تو اس کو مختلف مواقع سے بندہ نے ملاحظہ کیا، اس کتاب کے مؤلف نے جو انداز اختیار کیا ہے، وہ تحقیق کے اصولوں کے مطابق معلوم نہ ہوا، بلکہ مؤلف مذکور کا مختلف مقامات پر دعویٰ غلو ومبالغہ سے تجاوز کرکے کذب اور غلط بیانی تک پہنچ چکا ہے، کئی مقامات پر متعدد ومستند اہلِ علم واکابر حضرات کے متعلق خلافِ واقعہ الزامات پائے جاتے ہیں، چنانچہ آپ نے جو خط میں عبارت نقل کی ہے، اس میں بھی مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زیدمجدہم کی طرف ''ذکر بالجہر'' سے اختلاف اور نفرتِ شدیدہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے، حالانکہ ذکر بالجہر اور اجتماعی مروجہ ذکر، دو الگ الگ مسائل ہیں، اگر کوئی محقق عالم ذکر کی کسی مخصوص ھیئت وکیفیت اور صورت کے مسنون یا مستحب ہونے یا اس میں مفاسد شامل ہونے کی وجہ سے منع کرتا ہے، تو اس کو مطلق ذکر یا ذکر بالجہر کا مخالف یا منکر قرار دینا، ایسا ہی الزام ہوگا، جیسا کہ کوئی محقق عالم فرض نمازوں کے بعد اجتماعی وجہری طور پر مخصوص ذکر کے اہتمام والتزام سے یا جمعہ کی نماز کے بعد مخصوص کیفیت وھیئت اور اجتماعیت کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے منع کرے، تو اس کو مطلق ذکر

ودرود شریف یا بآوازِ بلند ذکر ودرود شریف پڑھنے کے جواز کا منکر قرار دیا جائے۔

بہتر ہوتا کہ اس کتاب کے مؤلف متعلقہ حضرات سے وضاحت طلب کرتے، اس کے بعد ان کے متعلق موقف اختیار کرتے، اور جن چیزوں کا انہیں خود سے علم نہیں تھا، ان کے متعلق متعلقہ حضرات سے استفسار کر لیتے، اور صرف اپنی ناقص سمجھ یا غیر معتبر روایات پر اکتفاء نہ کرتے، تاکہ بدگمانی اور بدکلامی کے گناہوں سے حفاظت رہتی۔

بندہ کے نزدیک بعض حضرات کی طرف سے اب ''مروجہ مجالسِ ذکر'' کا معاملہ فقہی وتحقیقی مسئلہ سے زیادہ ضد بازی اور انا وہٹ دھرمی کا مسئلہ بنالیا گیا ہے، جو تحقیق کے بنیادی اصولوں کے منافی اور متعدد مفاسد پر مشتمل ہے، اس لیے اس مسئلہ کو ضد وہٹ دھرمی اور مختلف مفاسد کا باعث بنالینا، اور اس کے نتیجہ میں شریعت کے اہم احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونا، درست طرزِ عمل نہیں ہے۔

جامعہ حقانیہ ساہیوال میں آمد ورفت

(2)...... جہاں تک بندہ کے متعلق جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا میں آمد ورفت اور قیام کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بندہ کا وہاں کثرت سے آنا جانا اور قیام کرنا نہیں ہوتا، البتہ تقریباً دو سال قبل بندہ اپنے بعض احباب کے ساتھ ساہیوال، سرگودھا گیا تھا، اور تین روز وہاں قیام کیا تھا، اس دوران جامعہ کے تخصص کے طلبۂ کرام سے غیر رسمی علمی نوعیت کی گفتگو بھی ہوئی تھی۔

اس سے پہلے بندہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ کی حیات میں ہی ساہیوال، سرگودھا حاضر ہوا تھا، اور وہاں تقریباً تین دن قیام کیا تھا، جس کے بعد صرف حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ کے جنازہ میں ہی حاضری کا موقع حاصل ہوا تھا، ان دونوں مواقع پر وہاں بندہ کا کوئی بیان عوام یا طلبۂ کرام میں نہیں ہوا۔

اس لیے مؤلفِ مذکور کا بغیر تحقیق کے اس طرح کا حکم لگانا خلافِ واقعہ معلوم ہوا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کے متعلق موقف

(3)...... علامہ شامی رحمہ اللہ اور ان کی کتاب ''ردالمحتار'' کے متعلق میرا موقف کوئی ڈھکا چھپا نہیں، بندہ

ہمیشہ سے ضرورت پڑنے پر اپنے فتاویٰ اور تحریرات میں علامہ شامی رحمہ اللہ اور ان کی کتاب ''ردالمحتار'' کے حوالہ جات اور عبارات نقل کرتا رہتا ہے، جو اہلِ علم حضرات سے مخفی نہیں۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات، جو علامہ شامی رحمہ اللہ اور بالخصوص ان کے حاشیہ ''ردالمحتار'' کے متعلق غیر معمولی غلو ومبالغہ والا رویّہ رکھتے ہیں کہ وہ علامہ شامی اور ان کی کتاب ''ردالمحتار'' میں مذکور ترجیحات وتاویلات کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب یا فقیہ کی رائے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے کو ہی حرفِ آخر سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی صاحبِ علم تحقیق اور دلائل میں غور وفکر کے بعد علامہ شامی اور ان کی ردالمحتار کے برخلاف علامہ ابنِ نجیم یا علامہ حصکفی یا علامہ شرنبلالی وغیرہ جیسے حنفی فقہاء کی رائے کو ترجیح دے، اس کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے، بندہ ان حضرات کے مذکورہ اور اس جیسے غلو ومبالغہ پر مبنی طرزِ عمل سے اتفاق نہیں کرتا۔

اور اس بات میں شبہ نہیں کہ فقہی حوالہ سے علامہ شامی رحمہ اللہ کی بعض ایسی آراء ہیں کہ جن کو ان کے بعد متعدد فقہاء واصحابِ علم حضرات نے ترجیح نہیں دی۔

اور بندہ نے بھی اپنی متعدد تحریرات میں بعض مقامات پر علامہ شامی رحمہ اللہ کے مقابلہ میں دیگر فقہائے کرام کی آراء کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی ہے، اس طرح کا موقف بندہ کی متعدد تالیفات میں شائع ہو چکا ہے۔

بندہ اہلِ علم حضرات اور بالخصوص اہلِ افتاء حضرات کو کہتا رہتا ہے کہ مخلوق میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ ہر شخص کی انفرادی رائے صواب پر بھی مبنی ہوسکتی ہے اور خطاء پر بھی، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کوئی کتنا بڑا بزرگ کیوں نہ ہو جائے، وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہوسکتا۔

اس لیے بندہ کے نزدیک بعض اہلِ علم واہلِ افتاء حضرات کی طرف سے علامہ شامی رحمہ اللہ کی ہر تاویل و ترجیح وغیرہ کو حرفِ آخر سمجھ کر اختیار کر لینا، اور ان کی رائے پر غور وفکر اور نظرِ ثانی کے تمام راستے بند کر دینا فقہی اصولوں کے مطابق راجح معلوم نہ ہوسکا۔

اگر کوئی بندہ کے اس موقف کو علامہ شامی یا ان کی ''ردالمحتار'' کے خلاف آپریشن کا نام دیتا ہے، یا سمجھتا ہے، تو یہ اس کا اپنا فعل ہے، بندہ نے اپنا موقف اس سلسلہ میں کسی ابہام کے بغیر واضح کر دیا ہے، جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں بعض طلبہ کرام سے علمی گفتگو کے دوران بھی اس قسم کا ذکر ہوا تھا، اگر کسی طالب علم کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو، یا روایت کرنے میں غلطی سرزد ہوئی ہو، تو اس میں بندہ کا کیا قصور ہے؟

Idara Ghufran

نماز میں رفع یدین سے متعلق موقف

(4)...... بندہ کے نزدیک نماز میں رفعِ یدین کرنے نہ کرنے کا مسئلہ مجتہد فیہا اور فروعی نوعیت کا ہے، اور اس اختلاف کے متعلق بندہ کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ فی نفسہٖ حلال وحرام اور جائز وناجائز کے بجائے اولیٰ وغیراولیٰ کا اختلاف ہے۔

اور بندہ اپنے نزدیک رفع یدین نہ کرنے کو اولیٰ سمجھتا ہے، اس لیے بندہ کی طرف رفع یدین کے اولیٰ ہونے کی نسبت خلافِ واقعہ ہے۔

ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ کے اولیٰ وغیراولیٰ ہونے کا حکم، اس سے مختلف ہے کہ اس سلسلہ میں کون شخص کس پہلو کو اولیٰ اور کس کو غیراولیٰ سمجھتا ہے۔

موجودہ دور میں متشدد غیر مقلدین اور ان کے مقابلہ اور ردِعمل میں بعض متشدد مقلدین نے اس سلسلہ میں ایسا موقف اختیار کرلیا ہے، جس کی وجہ سے یہ مسئلہ بعض لوگوں کے درمیان ایمان وکفر یا پھر نماز کی صحت و فساد کا بنیادی مسئلہ معلوم ہونے لگا ہے، جگہ جگہ اس مسئلہ پر مناظروں کا بازار گرم ہوتا ہے، ایک دوسرے پر اس سلسلہ میں ضلالت وگمراہی کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

بندہ اس طرزِ عمل کو درست اور اعتدال پر مبنی نہیں سمجھتا، اور بندہ کا یہ موقف متعدد فقہاء واکابر کی تصریحات کے موافق ہے۔

اگر مجالسِ ذکر سے متعلق مذکورہ کتاب کے مؤلف اس کتاب کی تالیف واشاعت سے پہلے بندہ سے اس سلسلہ میں رابطہ کی زحمت فرمالیتے، تو بندہ اپنا یہ موقف ان پر واضح کردیتا، پھر چاہتے تو وہ بعینہٖ بندہ کا یہ موقف اپنی تالیف میں شامل فرماکر، قارئین پر یہ فیصلہ چھوڑ دیتے کہ اس موقف کا حامل ''سلفی'' کہلاتا ہے یا کوئی اور؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ''مجالسِ حکیم الامت'' میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک مفصل ملفوظ نقل کیا ہے، جس کا ایک اقتباس درجِ ذیل ہے:

> جس طرح سنت سے جہراً آمین اور رفع یدین ثابت ہے، اسی طرح اخفائے آمین اور ترکِ رفع یدین بھی سنت ہی سے ثابت ہے، دونوں میں راجح ومرجوح کا فرق ائمۂ مجتہدین کا کام ہے، ان میں سے کچھ ائمہ نے جہر اور رفع کو ترجیح دے دی، کچھ ائمہ نے ترکِ جہر اور رفع راجح

قرار دیا، یہاں دونوں طرف میں کوئی بھی بدعت نہیں، جس سے سنت مردہ ہو (مجالسِ حکیم الامت، صفحہ ۶۸، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''رفع یدین'' کرنے نہ کرنے اور ''آمین بالجہر'' یا ''آمین بالسر'' دونوں کے سنت سے ثابت ہونے کا مضمون نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

احقر جامع کہتا ہے کہ ائمۂ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور ائمۂ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں، تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، دونوں جانبیں معروف ہی کا فرد ہوتی ہیں، اس لیے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا، اور اپنے مسلکِ مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارکِ سنت ہونے کا الزام لگانا یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امامِ حدیث حافظ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامع العلم'' میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے، وہ اہلِ علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحۂ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں، جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق وتکفیر تک پہنچ جاتے ہیں، اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہوجاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں، اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں (مجالسِ حکیم الامت، صفحہ ۶۸، ۶۹، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

نیز حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ ایک دوسرے مضمون میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، اس کی کوئی جانب شرعی حیثیت سے منکر نہیں کہلائے گی، کیونکہ دونوں آراء کی بنیاد قرآن وسنت اور ان کے مسلمہ اصول پر ہے، اس لیے دونوں جانبین داخلِ معروف ہیں، زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے، اس لیے ان مسائل مجتہد فیہا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی کسی پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود ایک منکر ہے، یہی وجہ ہے کہ سلف

صالحین کا بے شمار مسائل میں جواز وعدم جواز اور حرمت وحلت کا اختلاف ہونے کے باوجود کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر اس طرح نکیر کرتا ہو، جیسے منکرات پر کی جاتی ہے، یا ایک دوسرے کو یا اس کے متبعین کو گمراہی یا فسق وفجور کی طرف منسوب کرتا ہو یا اس کو ترک وظیفہ یا ارتکابِ حرام کا مجرم قرار دیتا ہو، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے، وہ بھی اس پر شاہد ہے، جس میں فرمایا ہے کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کا تخطیہ یعنی اس کو خطاوار مجرم کہنا جائز نہیں (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۰۸، ۴۰۹، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے تقلید کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس میں ایک مقام پر حضرت شیخ مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

ائمۂ مجتہدین کے باہمی اختلاف کو حد سے بڑھا کر پیش کرنا بھی سخت غلطی ہے، بہت سے مسائل ایسے ہیں، جن میں ائمہ کے درمیان صرف افضل اور غیر افضل کا اختلاف ہے، جائز وناجائز کا یا حلال وحرام کا اختلاف نہیں، مثلاً نماز میں رکوع کے وقت ہاتھ اٹھائیں جائیں یا نہیں؟ آمین آہستہ کہی جائے یا زور سے؟ ہاتھ سینے پر باندھے جائیں یا ناف پر؟ ان تمام مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف محض افضلیت میں ہے، ورنہ یہ تمام طریقے سب کے نزدیک جائز ہیں، لہٰذا اِن اختلافات کو حلال وحرام کی حد تک پہنچا کر امت میں انتشار پیدا کرنا کسی طرح جائز نہیں، اور جہاں ائمہ مجتہدین کے درمیان جائز وناجائز کا اختلاف ہے، وہاں بھی اس اختلاف کو خالص علمی حدود ہی میں رکھنا ضروری ہے، ان اختلافات کو نزاع وجدال اور جنگ وپیکار کا ذریعہ بنالینا کسی امام کے مذہب میں جائز نہیں، نہ ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کی عیب جوئی یا ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی اور بدزبانی کسی مذہب میں حلال ہے۔ اس موضوع پر علامہ شاطبی نے بڑا نفیس کلام کیا ہے، جو اہلِ علم کے لیے قابلِ مطالعہ ہے'' ملاحظہ ہو: الموافقات للشاطبی، ج ۴ص ۲۲۰ تا ۲۲۴'' (تقلید کی شرعی حیثیت، ص ۱۵۷، ۱۵۸، بعنوان ''تقلید میں جمود'')

بندہ مذکورہ اکابر کی تصریحات کے مطابق ''رفع یدین'' کے فقہی اختلاف کو حق وباطل کے بجائے اجتہادی

نوعیت کا اختلاف سمجھتا ہے، اور جو متشدد غیر مقلدین یا مقلدین اس سلسلہ میں فقہائے مذکورین سے الگ متشددانہ موقف رکھتے ہیں، بندہ کو ان حضرات کے تشدد سے شکایت ہے۔

اسی نکتہ کو بندہ نے جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا کے متخصص طلبۂ کرام سے عرض کیا تھا، پھر اس بات کے سننے میں کسی سامع کو غلط فہمی ہوئی ہو، یا مجالسِ ذکر کے مذکورہ مؤلف نے خیانت وکوتاہی سے کام لیا ہو، اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے، اس سے بندہ کا تعلق نہیں۔

تقلید سے متعلق موقف

(5)......تقلید کے متعلق عرض ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک مجتہد فیہ امور میں مجتہد کو اجتہاد کا حکم ہے، اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔

پھر مطلق تقلید کے وجوب پر تو شبہ نہیں، جمہور کے نزدیک واجب ہے، جہاں تک متعین مجتہد کی ہر مسئلہ میں تقلید کے وجوب وعدمِ وجوب کا مسئلہ ہے، تو فی نفسہٖ اس کے وجوب وعدمِ وجوب کے دونوں قول ہیں۔

اور فقہائے کرام کے یہ دونوں قول اجتہادی نوعیت کے ہیں، جن میں سے کوئی ایک قول بھی فی نفسہٖ صریح خطاء پر مبنی نہیں ہے۔ [1]

جس کی مفصل ومدلل تحقیق بندہ نے اپنی تالیف ''فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال'' میں ذکر کردی ہے۔

آج کے دور میں تقلید کے متعلق بھی افراط وتفریط دیکھنے میں آ رہی ہے، ایک طبقہ کی طرف سے فقہی امور

---

[1] ثم حقيقة الانتقال إنما تتحقق فی حكم مسألة خاصة قلد فيه وعمل به، وإلا فقوله قلدت أبا حنيفة فيما أفتى من المسائل مثلا والتزمت العمل به على الإجمال وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة التقليد بل هذا حقيقة تعليق التقليد أو وعد به، لأنه التزم أن يعمل بقول أبي حنيفة، فيما يقع له من المسائل التي تتعين في الوقائع، فإن أرادوا هذا الالتزام فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بإلزامه نفسه ذلك قولا أو نية شرعا، بل الدليل اقتضى العمل بقول المجتهد فيما احتاج إليه لقوله تعالى (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) (النحل43 :) والسؤال إنما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة، وحينئذ إذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عليه عمله به، والغالب أن مثل هذه إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص وإلا أخذ العامی فی كل مسألة بقول مجتهد قوله أخف عليه .وأنا لا أدرى ما يمنع هذا من النقل أو العقل وكون الإنسان يتبع ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد ما علمت من الشرع ذمه عليه، وكان -صلى الله عليه وسلم -يحب ما خفف عن أمته، والله سبحانه أعلم بالصواب(فتح القدير، ج۷، ص۲۵۷، ۲۵۸، كتاب ادب القاضی)

(كذا فی البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۶، ص ۲۸۹، ۲۹۰، كتاب القضاء)

www.idaraghufran.org

ومسائل میں مجتہد وفقیہ کی تقلید کے حرام وناجائز ہونے پر خوب زور دیا جاتا ہے، بلکہ تقلید کرنے والے کو مشرک، فاسق وغیرہ نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے۔

یہ طبقہ ائمۂ مجتہدین کی تقلید کا کسی حیثیت سے قائل ہونے کے لیے تیار ہی نہیں، خواہ خود اس کو دین کے تین حرف بھی نہ آتے ہوں، اور عربی زبان سے ادنیٰ واقفیت بھی کیوں نہ ہو، دوسری طرف اس کی تقلید کا عالم یہ ہے کہ جو اس کو کسی نے اردو زبان میں کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ کر کے بتلا دیا، پس وہ اسی کو حرفِ آخر سمجھے ہوئے ہے، نہ اسے یہ معلوم کہ یہ ترجمہ صحیح کیا گیا ہے یا غلط، نیز اس حدیث کی سند کا اصل اور واقعہ میں درجہ کیا ہے، اس سلسلہ میں بھی وہ دوسرے کی بات پر ہی تکیہ اور سہارا کیے ہوئے ہے، اسی طرح اسے اس چیز میں بھی امتیاز وتمیز کرنے کی صلاحیت نہیں کہ اس آیت یا حدیث سے جو مطلب دوسرے نے نکالا ہے، جس کی وہ تقلید واتباع کر رہا ہے، وہ غلط ہے یا صحیح ؟

پھر ان سب باتوں میں وہ جس کی تقلید کر رہا ہے، اس کی علم، تقوے وغیرہ میں جو حالت ہے، اس کا ائمۂ مجتہدین ومتبوعین سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

ایک طرف تو وہ امام اور مجتہد ہے، جس کی امامت، فقاہت اور اجتہاد، تقوے وپرہیزگاری اور قرآن وسنت پر دسترس ومہارت کا اعتراف دنیائے اسلام کے بڑے بڑے مفسرین، محدثین اور فقہ میں اعلیٰ مقام رکھنے والوں نے کیا ہوا ہے، مگر یہ ان سب باتوں کے باوجود، اس کی تقلید کو تو گناہ، جرمِ عظیم، بلکہ شرک وغیرہ نہ جانے کیا کچھ خیال کیے ہوئے ہے، اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ درجہ کے شخص کی تقلید کو گوارا کیے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل سراسر بے اعتدالی وناانصافی پر مبنی ہے۔

اس کے برعکس ایک طبقہ کا حال یہ ہے کہ وہ تقلید کے سلسلہ میں اس حد تک آگے بڑھ گیا ہے کہ وہ ہر کس وناکس کے لیے خواہ کسی درجہ میں مجتہد، یا متبحر عالم ہو یا عامی وجاہل ہو، ان سب کے لیے تقلیدِ شخصی کو واجب قرار دیتا ہے، اور اس کو انتظامی کے بجائے خالص تشریعی حکم قرار دیتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر فسق کا حکم لگانے سے بھی گریز نہیں کرتا، بلکہ ایسے شخص کو اپنے مسلک سے منحرف یا اس سے بھی بڑھ کر ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' سے خارج قرار دیتا ہے، اور اگر اس کے سامنے قرآن وحدیث کی کوئی صریح دلیل بھی پیش کر دی جائے اور اس میں قرآن وسنت کی اس دلیل کو واقعی درجہ میں سمجھنے کی صلاحیت بھی موجود ہو، اور وہ کتنا بڑا عالمِ دین کیوں نہ ہو، لیکن وہ اس کے مقابلہ میں کسی مخصوص فقہی قول پر ہی جے

رہنے پر مصر ہے،اور قرآن وسنت کی اس مضبوط دلیل کی اس کی نظر میں وہ اہمیت اور وقعت نہیں، جو اس کے مقابلہ میں کسی فقیہ کے قول کی ہے، جس کی وہ تقلید کررہا ہے،خواہ اس کو اس مقصد کے لیے قرآن وسنت کی اس دلیل میں بہت دور دراز کی تاویلات کیوں نہ کرنی پڑیں،اسے یہ سب باتیں گوارا ہیں،مگر اس فقیہ کا قول مرجوح قرار دینا یا اس میں کوئی مناسب تاویل کرکے قرآن وسنت کی اس دلیل کو اختیار کرنا گوارا نہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی اتباع وتقلید کے علاوہ کسی اور کی تقلید میں اتنا جمود اختیار کرنا کہ جس کی وجہ سے دوسرے کا معصوم عن الخطاء ہونا معلوم ہونے لگے،اور اس کی وجہ سے قرآن وسنت کو بھی پیچھے کردیا جائے۔ یہ طرزِ عمل بھی شرعی اصولوں بلکہ صحیح ومعتدل تقلید سے مَیل نہیں کھاتا۔

واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں طرز ہائے عمل میں سے اگر ایک طرزِ عمل افراط پر مبنی ہے،تو دوسرا طرزِ عمل تفریط پر مبنی ہے،اور معتدل یا صحیح طرزِ عمل ان دونوں کے درمیان ہے،جس پر ہر دور میں محدثین وفقہائے کرام اور مستند وغیر متعصب اصحابِ علم نے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے،بندہ نے جامعہ حقانیہ، ساہیوال،سرگودھا کے بعض طلبہ میں بھی اصولی طور پر اسی افراط وتفریط کی نشاندہی کی تھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> نفسِ وجوبِ تقلیدِ شخصی کے انکار سے اہلِ سنت سے خارج نہیں ہوتے، کیونکہ ہمیشہ سے مختلَف فیہ مسئلہ رہا ہے، چنانچہ بعض محدثین بھی اس کے عدمِ وجوب کے قائل ہیں (دعواتِ عبدیت،جلد۱۹صفحہ۱۴۶،تحفۃ العلماء،جلد۲،صفحہ۴۸۵''اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ'')

اور ایک مقام پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> بعض اہلِ تعصب کو ائمہ کی تقلید میں ایسا جمود ہوتا ہے کہ وہ امام کے قول کے سامنے احادیثِ صحیحہ غیر معارضہ کو بے دھڑک رد کردیتے ہیں،میرا تو اس سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔
>
> چنانچہ ایک ایسے ہی شخص کا قول ہے''قال قال بسیار است،مرا قال ابوحنیفہ درکار است''اس جملہ میں احادیثِ نبویہ کے ساتھ کیسی بے اعتنائی اور گستاخی ہے،خدا تعالیٰ ایسے جمود سے بچائے۔
>
> ان لوگوں کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں،اب اس تقلید کو کوئی شرک فی النبوۃ کہہ دے،تو اس کی کیا خطاء ہے،مگر یہ بھی غلطی ہے کہ ایسے دو چار جاہلوں کی حالت دیکھ کر سارے مقلدین کو شرک فی النبوۃ سے مطعون ومتہم کیا جائے (تحفۃ

العلماء، جلد۲، صفحہ۴۴۳، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ نے 1362 ہجری، اور 1943 عیسوی کو ایک تحریر ’’رجوع واعتراف‘‘ کے عنوان سے جنوری 1943 عیسوی کے اپنے ماہنامہ ’’معارف‘‘ میں شائع فرمائی تھی، جس میں انہوں نے خلود فی النار اور معراج کے جسدِ عنصری کے ساتھ ہونے کے مسائل میں جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے موقف کی طرف رجوع کا اعلان بھی فرمایا۔

اور یہ تحریر انہوں نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کی تھی، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کی اس تحریر کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

’’مذہبی مسائل کی تحقیقات میں میرا یہ عمل رہا ہے کہ عقائد میں سلفِ صالحین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک سے علیٰحدگی نہ ہو، البتہ فقہیات میں کسی ایک مجتہد کی تقلید بتمامہٖ نہیں ہوسکی، بلکہ اپنی بساط بھر دلائل کی تنقید کے بعد فقہاء کے کسی ایک مسلک کو ترجیح دی ہے۔

لیکن کبھی کوئی رائے ایسی اختیار نہیں کی، جس کی تائید ائمۂ حق میں سے کسی ایک نے بھی نہ کی، خصوصیت کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حافظ ابنِ تیمیہ، حافظ ابنِ قیم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات پر اکثر اعتماد کیا ہے (تذکرۂ سلیمان، صفحہ 146، 147، بعنوان، سیدُ العلماء کا اعلانِ رجوع، اور حکیم الامت کی تبریک وتحسین، مصنفہ غلام محمد، بی، اے، عثمانیہ، مطبوعہ ادارہ مجلس علمی کراچی، تاریخِ طبع 1960ء)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کی اس تحریر کی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے زبردست تحسین وتبریک فرمائی، اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی عادت ومزاج کے خلاف پہلی اور آخری مرتبہ اپنے خلیفۂ ارشد کی مدح میں چند اشعار لکھ کر بھیجے۔

جس کی تفصیل مذکورہ کتاب میں ساتھ ہی درج ہے۔

امدادُ الاحکام میں ہے کہ:

جماعت اہلِ حدیث کافر نہیں ہیں، ان میں جو لوگ مذاہبِ اربعہ کی تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک یا ائمہ کو برا کہتے ہیں، وہ فاسق ہیں، اور جو ایسے نہیں ہیں، صرف تارکِ تقلید ہیں، اور محدثین کے مذہب پر ظاہرِ حدیث کے اتباع کو افضل سمجھتے ہیں، اور اس میں اتباعِ ہویٰ سے

www.idaraghufran.org

کام نہیں لیتے، وہ فاسق بھی نہیں، بلکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں(امداد الاحکام، ج۱ ص۱۶۸، کتاب الایمان، فصل فی الفرق الاسلامیہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

غیر مقلدین جن کے خیالات سوال میں مذکور ہیں، اصولاً تو اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، اور اشخاص کے لحاظ سے اگر ان میں کوئی فرد ائمۂ مجتہدین کو سب وشتم کرے، یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بدعتیں نکالے، یا سلفِ صالحین کو برا بھلا کہے، یا مسلمانوں کو بعض معمولی کوتاہیوں پر مشرک وکافر بنائے، یا امامتِ مطلقہ کا دعویٰ کرے، تو میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ ان باتوں کی ذمہ داری ان ہی افراد پر ہوگی، جن سے سرزَد ہوں، نہ یہ کہ عام غیر مقلدوں کو مورِدِ الزام بنایا جائے، یا نفسِ ترکِ تقلید پر اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہونے کا حکم لگا دیا جائے (کفایت المفتی، ج۱ ص۳۳۲، کتاب العقائد، چودھواں باب، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

پس بندہ کا موقف یہ ہے کہ فی نفسہٖ کسی مجتہد کی متعین طور پر ترکِ تقلید کی وجہ سے کوئی اہلُ السنہ والجماعۃ سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ اس میں غلو یا افراط وتفریط کرنے کی وجہ سے خارج ہوتا ہے، اصولی مسئلہ یہی ہے۔

اب اس سلسلہ میں کون افراط کرتا ہے، اور کون تفریط، یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

’’مجالسِ ذکر کے خلاف سازشیں‘‘ نامی کتاب کے مؤلف، بغیر تحقیق کے خلافِ واقعہ دوسرے پر تقیہ وغیرہ کا الزام عائد کررہے ہیں، اور خود بدگمانی، بدزبانی اور کذب وغلط بیانی جیسے جرائم کے مرتکب ہورہے ہیں۔

اور اس کے برعکس اس طبقہ کی طرف سے مکی مالکی صاحب کی نسبت سے متعدد بدعات کو درِ پردہ ہوا دی جارہی ہے، اور اس کو تقیہ کی فہرست میں شمار نہیں کیا جارہا، جبکہ وہ مسائل مذکورہ مسائل کی طرح مجتہَد فیہ نوعیت کے نہیں .... یہ کہاں کا انصاف ہے؟

ہمارے نزدیک اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ عوام کے لیے مفید ہونے کے بجائے انتہائی مُضِر ہے، جن سے عوام کو اجتناب کرنا چاہیے۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان 18/شوال المکرّم/1438ھ 13/جولائی/2017 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

مقالات و مضامین (ضمیمہ: جنت کے قرآنی مناظر:59) مفتی محمد امجد حسین

مباحث روح وبدن (حصہ ششم)

روح امر ہے نہ کہ خلق

قرآن مجید میں روح کے متعلق بنی اسرائیل کی آیت 85 (جس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے) میں روح کو ''امرِ ربی''فرمایا ہے، یعنی:

''وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي''

یہاں روح کو''امرِ ربی'' فرمانا ایک گہری معنویت رکھتا ہے، اس معنویت کو سمجھنے سے پہلے آپ''امر'' کا مطلب ومفہوم دیکھیں، یعنی لغت میں یہ کیا معنیٰ رکھتا ہے، اور قرآن نے لغوی مفہوم کے تناظر میں اسے کیسے استعمال کیا ہے، تو''امر'' کے سادہ سے مفاہیم جن میں قرآن نے یہ کلمہ استعمال کیا ہے، یہ ہیں، حکم، کام، کوئی معاملہ، آرڈر، ایک تو یہ بات ہوئی، دوسری بات یہ دیکھیں کہ قرآن کی ایک اور اصطلاح یا تقسیم ''امر'' اور''خلق'' بھی ہیں، جن کو صوفیاء، متکلمین وغیرہ''عالمِ خلق'' اور''عالمِ امر'' کہتے ہیں، اور قرآن نے ان دونوں حقائق کا یوں ذکر کیا ہے:

''أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ''(سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۵۴)

کہ''یادرکھو، عالمِ خلق بھی اللہ کا ہے، عالم امر بھی''

یعنی دونوں اس کی طرف سے، اس کے قبضہ وکنٹرول میں ہیں، اس کی منصوبہ بندی وتخلیقی پروگرام کا حصہ ہیں۔

''عالمِ خلق'' سے مراد حسی ومادی مخلوقات وموجودات ہیں، جس میں تمام کائنات کی چیزیں، نباتات، جمادات، حیوانات، عنصریات، ذرات، فلکی کُرّے، سیارے وستارے، ہوا، آگ، پانی، زمین، آسمان، پہاڑ، سمندر، جاندار وبے جان اجسام واجرام شامل ہیں۔

اور''عالمِ امر'' سے مراد اللہ کا پروگرام، اس کی منصوبہ بندی وتقدیر، اس کا کائنات وموجودات کو تخلیق وڈیزائن کرنے، ان میں نظم ونظام، ترتیب وتوازن قائم کرنے وقائم رکھنے اور ان مخلوقات کے کام کرنے

کے طریقے مقرر کرنے میں جو طریقہ وانداز اور قواعد وقوانین اور نوامیس ہیں، وہ ہیں، گویا ’’عالمِ خلق‘‘ ہارڈ ویئر اور ’’عالمِ امر‘‘ سافٹ ویئر ہے، سافٹ ویئر ظاہر ہے کسی مادی چیز کا نام نہیں، ایک شعور، منصوبہ بندی، ترتیب کا نام ہے، جو ہارڈ ویئر کے کل پرزوں پر نمودار ونمایاں ہوتی ہے، اس طرح روح کا تعلق ’’وجود‘‘ سے نہیں ’’لا وجود‘‘ سے بنتا ہے، اور اسی ’’عالمِ امر‘‘ کے مظاہرے کو قرآن نے خدا کے لیے ’’کن فیکو نی‘‘ قدرت کے عنوان سے بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ(سورة یٰس، رقم الآية ۸۲)

تو یہاں ’’کن فیکون‘‘ کی وہ صفت وصلاحیت جس سے خدا نے کائنات وموجودات کی تمام چیزوں کو وجود بخشا ہے، اسے ’’عالمِ امر‘‘ میں سے کہا گیا ہے، یعنی ’’انما امرہٗ‘‘ تو جس ’’عالمِ امر‘‘ سے ’’کن فیکون‘‘ کی طاقت وقابلیت ہے، اسی ’’عالمِ امر‘‘ میں سے انسان کی روح بھی ہے۔

مغرب ’’نیوٹن‘‘ کے نظریہ علیت اور مادیت زدہ اپنے سائنس دانوں کی وجہ سے پچھلی صدیوں میں سے بیسویں صدی سے پہلے پہلے تک انسان کی اور کائنات ونظامِ موجودات کی صرف مادی توجیہات میں الجھا رہا، اور اس پر زور صرف کرتا رہا، ساری دنیا سے اسی کو منوانے کی کوشش کرتا رہا۔

مذہب کو اور مذہبی تعبیرات کو وہ خرافات وڈھکوسلے قرار دیتا رہا، لیکن لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، بھلا ہو ’’آئن سٹائن‘‘ کا، جس نے بیسویں صدی کے شروع میں اپنا مشہور نظریہ ’’اضافیت‘‘(اضافیتِ خصوصی اور پھر اضافیتِ عمومی) پیش کر کے ’’نیوٹن‘‘ کے نظریہ علیت کو تاریخ کے کباڑ خانے کی نذر کر دیا، اور مغربی سائنس ودانش کو یورس گیئر لگا کر پیچھے واپس آنا پڑا۔

پھر اسی عرصے میں کوانٹم کی تھیوری نے تو سائنس کو سٹپٹا کر رکھ دیا، یہ سائنسی تاریخ میں ایک بھونچال سے کم انکشاف نہ تھا کہ مادہ کوئی مستقل چیز نہیں، بلکہ مادہ وتوانائی دو حقیقتیں ہیں، جو ایک دوسرے میں ادل بدل سکتی ہیں، بلکہ ادلتی بدلتی رہتی ہیں، اور تخلیقات کا پہیہ ان کے ادلنے بدلنے سے ہی رواں دواں ہے۔

بلکہ ’’سر جیمس جینز‘‘ نے تو مادیین کے تابوت میں یہ کہہ کر آخری کیل ٹھونک دی کہ یہاں مادہ ہے ہی نہیں، جو کچھ ہے، وہ توانائی ہی کی بوقلمونیاں ہیں۔

میرا خیال ہے جسم مادہ، روح توانائی ہے، جس طرح الیکٹرانک آلات مادہ اور ان کے اندر بجلی کا کرنٹ توانائی ہے، اور اصل یہی توانائی ہے، جسم ’’عالمِ خلق‘‘ اور روح ’’عالمِ امر‘‘ سے ہے۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد امجد حسین

پھر پیش نظر گنبد خضریٰ ہے حرم ہے (قسط4)

تیل کا ہتھیار

1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران شاہ فیصل مرحوم نے مغرب کی جانبداری اور امریکی سامراج کی غنڈہ گردی پر تیل کا ہتھیار استعمال کرنے کی دھمکی اور وارننگ دی (کہ عربوں کو دیوار کے ساتھ لگانے اور اسرائیل کو عربوں پر مسلط کرنے سے گریز نہ کیا گیا، تو ہم تیل کے کنوؤں کو آگ لگا دیں گے، اونٹ، خیمے اور کھجور پر پہلے بھی ہمارا دارومدار رہا ہے، اب بھی اس پر گزارا کرلیں گے) تو مغرب کو سانپ سونگھ گیا، اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، کیونکہ تیل تو مغرب کی معاشی زندگی اور صنعت وانڈسٹری کے لیے خون کی مانند ہے، جب تک یہ خون مغرب کی رگوں میں سپلائی ہوگا، تو مغرب کی معاشی وصنعتی سرگرمیاں جاری رہیں گی، ورنہ مغرب کی جدید مشینی زندگی کا پہیہ جام ہوجائے گا، شاہ فیصل شہید کی اس دھمکی سے مسئلہ فلسطین کے حل میں تو کوئی خاص مدد نہ ملی (آج بھی یہ مسئلہ عالمی برادری کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے) لیکن اس دھمکی سے مغرب چوکنّا ہوگیا، انہوں نے متبادل امکانات پر غور شروع کیا کہ عرب ومسلمان جو تیل کی پیداواری خطوں کے مالک ہیں، اور جو ساری دنیا میں تیل کے سپلائر ہیں، اور مغرب تیل میں ان کا دست نگر ہے، اس پوزیشن میں نہ آجائیں کہ کل کلاں کسی بھی وقت رنگ میں بھنگ ڈال لیں، اور مغرب کی جدید صنعتی زندگی جس کی رگوں میں تیل خون کی طرح دوڑ رہا ہے، اس کا پہیہ جام نہ کردیں، 1973ء کے بعد وقت کے پلوں کے نیچے سے کافی پانی بہہ چکا ہے، چوالیس سال کے اس عرصہ میں مغرب بہت کچھ اقدامات، صنعت، تجارت، اقتصادیات وسیاسیات میں ایسے کرچکا ہے کہ شاہ فیصل مرحوم کی طرح کی کوئی دھمکی بظاہر آج مغرب کو پریشان نہیں کرسکتی، چنانچہ تیل کے متبادل توانائی کے مختلف ذرائع آج دنیا میں عام ہورہے ہیں، کہنے والوں نے کہا ہے اور کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہا کہ گزشتہ صدی تیل کی صدی تھی، جبکہ موجودہ صدی تیل کی نہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس صدی کے ابھی دو عشرے نہیں گزرے کہ سولر ٹیکنالوجی اور اس طرح کی اور

www.idaraghufran.org

چیزیں توانائی کے متبادل ذرائع کی حیثیت سے متعارف اور مقبول ہو رہے ہیں، اور سنا ہے کہ توانائی کے حصول کے سستے ذرائع ابھی بہت کچھ سامنے آنے ہیں۔

اس صورت میں عرب تو دیوار سے لگ جائیں گے، ان کی اقتصادیات، ترقیات، اور تمام تمدنی خوش عیشیاں تیل کی آمدن کی مرہون منت ہیں، اگر تیل کی مارکیٹ ٹھنڈی ہوجاتی ہیں، تو یہ ان کی آج کی سوسائیٹیوں، سلطنتوں اور خوش عیشیوں کے لیے کتنا بڑا دھچکا ہوگا؟

دوسری چیز جو 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ اور شاہ فیصل مرحوم کی دھمکی کے تناظر میں ہی میرے خیال میں دیکھنی چاہیے، وہ 1982ء میں امریکی حکومت کا ایک نیا قانون بنانا تھا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر کسی غیر امریکی کی کوئی دولت امریکہ کے کسی بینک میں جمع ہو، اور فلاں مقدار ڈالر سے زائد ہو (شاید دس ملین یا اس کے لگ بھگ) تو وہ ایک سال میں دو فیصد سے زیادہ اس سے میں سے نہیں نکال سکتا، نکالنا چاہے گا، تو وہ رقم منجمد ہوجائے گی، رقم نکالنے والے کو دو فیصد سے زیادہ رقم نکالنے سے روک دیا جائے گا، پس عربوں کی وہ دولت جو کھربوں ڈالر سے بھی بڑھ کر امریکی بینکوں میں اس وقت موجود تھی، اور بڑھتی ہی رہی ہے (جس کا صرف سود ہی اتنا بنتا ہے کہ عرب ملکوں کا بجٹ صرف اسی سے چل سکتا ہے) تو دو فیصد کا مطلب ہے کہ ایک ارب ڈالر نکالنے کے لیے 50 سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ ﴿ ☆ 32 ﴾

کیا یہ قانون عربوں کی دولت ڈکارنے کے لیے نہیں؟ اور کیا 1982ء کے بعد سے آج تک یہ قانون عربوں کو چوکنّا کرسکا ہے؟

اس کا جواب نفی میں ہے، جبکہ مغرب شاہ فیصل کی ایک دھمکی سے چوکنّا ہوگیا تھا، جبکہ یہی سعودی عرب ہے کہ ایشیائی ملکوں کے باشندے جن میں زیادہ تر مسلمان ہیں، اور ان کے ہاں خون پسینہ ایک کرکے کمائی کرتے ہیں، لیکن سعودیہ کی تجوریاں ان کے لیے قارون کے خزانے ہیں، آئے دن ان غریب ایشیائی تارکینِ وطن کے لیے نت نئے مسائل پیدا کیے جاتے ہیں، ان کی معمولی کمائی بھی یہ ان کو پوری نہیں دیتے، نت نئے ٹیکس لگا کر ان کا خون چوسنے کی پالیسیاں دھڑا دھڑ بنا رہے ہیں، آج مسلمان کتنا ظالم ہے اور کتنا مظلوم بھی۔

اے کہ بترا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(جاری ہے.............)

بسلسلہ :تاریخی معلومات　　　　مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۷۰۱ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن عبدالکافی بن عبدالملک بن عبدالکافی ربعی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۶۴)

□......ماہِ رجب ۷۰۳ھ: میں حضرت ابوالفتح نصراللہ بن ابی الضوء بن احمد زبدانی صالحی فامی بستانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۵۴)

□......ماہِ رجب ۷۰۴ھ: میں حضرت ابوالمحاسن عبدالمحسن بن محمد بن احمد بن ہبۃ اللہ بن ابی جرادۃ عقیلی حلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۴۱۷)

□......ماہِ رجب ۷۰۵ھ: میں حضرت ابوالمجد سالم بن ابی الہیجاء بن حمید اذرعی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۲۶۲)

□......ماہِ رجب ۷۰۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبدالحمید بن محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن بکیر فندقی مقدسی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۱)

□......ماہِ رجب ۷۱۰ھ: میں حضرت ابومحمد یوسف بن محمد بن منصور ہلالی حورانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۹۳)

□......ماہِ رجب ۷۱۱ھ: میں حضرت ابوالبرکات شعبان بن ابی بکر بن عمر اربلی قادری ظاہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۲۹۸)

□......ماہِ رجب ۷۱۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن داؤد بن عمر بن یوسف بن یحییٰ مقدسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۱۸۷)

□......ماہِ رجب ۷۱۶ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحیم بن ادریس بن محمد بن مفرج بن ادریس بن مزیز حموی تنوخی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۸۷)

□......ماہِ رجب ۷۱۸ھ: میں حضرت ابوبکر بن مسند الشام محدث زین الدین احمد بن عبدالدائم بن نعمہ مقدسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۴۰۲)

□......ماہِ رجب ۲۰ےھ: میں حضرت ابواحمد یعقوب بن احمد بن یعقوب حلبی صابونی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۷۹)

□......ماہِ رجب ۲۱ےھ: میں حضرت ابوالمحاسن یوسف بن محمد بن عثمان بن یوسف سرخسی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۹۲)

□......ماہِ رجب ۲۴ےھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالقادر بن ناصر بن خضر انصاری شافعی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۳۸)

□......ماہِ رجب ۲۶ےھ: میں حضرت داؤد بن محمد بن عربشاہ بن ابی بکر ہمدانی دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۲۳۹)

□......ماہِ رجب ۲۹ےھ: میں حضرت اُم محمد فاطمہ بنتِ زین الدین ابوبکر بن محمد بن طرخان صالحیۃ رحمہا اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۱۱۳)

□......ماہِ رجب ۳۳ےھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن عبدالواحد بن ہلال ازدی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۷۳)

□......ماہِ رجب ۳۴ےھ: میں حضرت ابوالفرج عبدالرحمٰن بن حسین لخمی مصری حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۵۹)

□......ماہِ رجب ۳۷ےھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن علی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۱۷۶)

□......ماہِ رجب ۳۸ےھ: میں حضرت ابوسعید علی بن سعید بن سالم صیبی خیاط رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۲۶)

□......ماہِ رجب ۴۰ےھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن برکات بن ابی الفضل بعلبکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۱۳۱)

□......ماہِ رجب ۴۳ےھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن شیخنا ابوبکر بن احمد بن عبدالدائم بن نعمہ مقدسی صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۲۱۳)

□......ماہِ رجب ۴۵ےھ: میں حضرت نجم الدین علی بن داؤد بن یحییٰ بن کامل قرشی بصروی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۲۶)

علم کے مینار

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:20)

مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

کتبِ ابی حنیفہ اوران کی مقبولیت وافادیت

کتب وتصانیف

اسلام میں فقہی ترتیب پر تصنیف وتالیف کا باقاعدہ آغاز دوسری صدی ہجری کے وسط میں ہوا، تصنیف و تالیف کے اس ابتدائی دور میں عالمِ اسلام کے چند اور جید مخصوص علماء ومحدثین نے کتابیں لکھیں۔

چنانچہ ابنِ جریج مکی (المتوفی ۱۵۰ھ) نے سب سے پہلے کتاب لکھی، آپ ''فقیہ الحرم'' کے لقب سے مشہور تھے۔ ۱

سفیان ثوری (المتوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں، ۲ ہشیم بن بشیر (المتوفی ۱۸۳) نے واسط میں، ۳ عبداللہ بن مبارک (المتوفی ۱۸۱) نے خراسان میں، ۴ ولید بن مسلم (المتوفی ۱۹۵ھ) نے شام میں، ۵

۱ فائدہ: آپ کا اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا پیدائش اوروفات کا سال ایک ہی ہے۔

عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، أبو الولید .رومی الأصل .من موالی قریش .لقب بفقیہ الحرم (المکی) ، أخذ عن عطاء ومجاهد .کان ثقة فی الحدیث .أول من صنف الکتب بمکة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱ ، ص ۳۲۶، تحت الترجمة: ابن جریج 150 - 80ھ)

۲ آپ کی مشہور تصانیف ''الجامع الکبیر'' اور الجامع الصغیر'' ہیں، اوراسی طرح میراث سے متعلق بھی ایک کتاب ہے۔

هو سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، من مصنفاته (الجامع الکبیر) و (الجامع الصغیر) کلاهما فی الحدیث .وله کتاب فی الفرائض (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱ ، ص ۳۴۵، تحت الترجمة ''الثوری)

۳ چنانچہ ''تفسیر القرآن، کتاب السنن فی الحدیث'' اور'' کتاب القرآت'' مشہور تصانیف میں سے ہیں۔

هو هشیم بن بشیر بن القاسم بن دینار، أبو معاویة، السلمی الواسطی، وقیل إنه بخاری الأصل .محدث بغداد، مفسر وفقیه، من تصانیفه(تفسیر القرآن)(کتاب السنن فی الحدیث)و(کتاب القرائات) (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲، ص ۴۲۴، تحت الترجمة: هشیم)

۴ ''تفسیر القرآن، دقائق فی الرقائق'' اور'' رقاع الفتاویٰ'' مشہور تصانیف میں سے ہیں۔

هو عبدالله بن المبارک، أبو عبد الرحمن، الحنظلی بالولاء، المروزی من تصانیفه: تفسیر القرآن و الدقائق فی الرقائق و رقاع الفتاوی (الموسوعة الفقهیة، ج ۲، ص ۴۰۲، تحت الترجمة: ابن المبارک)

۵ آپ کے متعلق مشہور ہیں کہ احادیث کے باب میں آپ نے تقریباً 70 کتابیں تصنیف فرمائیں، مگران میں سے کوئی ایک بھی جلد کے طور پر منظر عام پر آئی۔

هو الولید بن مسلم، أبو العباس، الدمشقی، صاحب الأوزاعی من تصانیفه: له سبعون کتابا فی الحدیث قد لا یبلغ أحدها مجلدا (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۲، ص ۳۹۷، تحت الترجمة: الولید بن مسلم)

Idara Ghufran

اوراسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی کوفہ میں فقہ کی تدوین کی، اوراپنے حلقۂ احباب اور تلامذہ کی جماعت کو لے کرایک ''مجمع الفقہی'' قائم کیا، جس میں آپ احادیث وفقہ کی املاء کروایا کرتے تھے، جس کا سلسلہ آپ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے تک جاری رہا۔

بعد میں آپ کے تلامذہ نے ان املا شدہ احادیث ومسائلِ فقہ اور کتب کو اپنے اپنے حلقۂ درس میں روایت کیا، جس کی وجہ سے یہ کتابیں ان کی طرف منسوب ہوئیں۔

پھر بھی کچھ کتابیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے رہ گئیں، جن کا ذکر مختلف کتب میں موجود ہے، جیسا کہ:

(۱) کتاب الفقه الاکبر (۲) کتاب رسالة الی البستی (۳) کتاب العالم و المتعلم (۴) مسند فی الحدیث (رواية الحصكفی و رواية ابو نعیم) (۵) المخارج فی الفقه (۶) کتاب الرد علی القدرية. [1]

چنانچہ آپ کی وفات کے بہت بعد تک ان کتابوں سے استفادہ حاصل کیا جاتا رہا، اوران کا ذکر اس زمانہ کے اہلِ علم کے یہاں ملتا ہے، مگر بعد میں اکثر کتب آپ کے مختلف تلامذہ سے منقول کتب وروایات میں ضم ہوگئیں، جیسا کہ '' الآثار لابی یوسف، الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی ''، اورامام محمد رحمہ اللہ کی ''الجامع الکبیر'' اور ''الجامع الصغیر''، وغیرها ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقبولیت وافادیت

عبداللہ بن داود فرماتے ہیں کہ ''جو شخص جہالت اور لاعلمی کی دلدل سے نکل کر فقہ کی لذت پانا چاہتا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ ابوحنیفہ کی کتب کو دیکھے۔ [2]

زائد بن قدامہ کا بیان ہے کہ میں نے سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب دیکھی، میں نے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی، توانہوں نے دے دی، تووہ ابوحنیفہ کی کتاب الرہن تھی (کہ جس میں گروی رکھنے رکھانے

---

[1] وله من الكتب، كتاب الفقه الاكبر. كتاب رسالته إلى البستي. كتاب العالم والمتعلم رواه عنه مقاتل. كتاب الرد على القدرية (الفهرست، لابی النديم، ص ۲۵۶)

له (مسند) فی الحديث؛ و (المخارج) فی الفقه؛ وتنسب إليه رسالة (الفقه الأكبر) فی الاعتقاد؛ ورسالة (العالم والمتعلم) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۳۷، تحت الترجمة: أبو حنيفة ۸۰--۱۵۰ ه)

[2] ....عبد الله بن داود قال من أراد ان يخرج من ذل العمى والجهل ويجد لذة الفقه فلينظر فی كتب أبی حنيفة (اخبار ابی حنيفة و اصحابه للصيمری، ص ۸۵)

سے متعلق مسائل درج تھے) میں نے کہا کہ کیا آپ بھی ان کی کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے ہیں (حالانکہ آپ تو خود فقیہ بھی ہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ ابوحنیفہ کی تمام کتابیں میرے پاس ہوتیں، اور میں ان کو دیکھا کرتا، اس لیے کہ علم کی تفصیل کی کوئی انتہاء نہیں، لیکن اس معاملہ میں ہم ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتے (یعنی ان کی کتابوں سے استفادہ وغیرہ حاصل نہیں کرتے) [1]

سجادہ کا بیان ہے کہ میں اور ابومسلم مستملی یزید بن ہارون کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ بغداد میں خلیفہ منصور کے یہاں مقیم تھے، ابومسلم نے ان سے سوال کیا کہ:

ابوخالد! آپ کیا رائے رکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور ان کی کتابوں کو دیکھنے کے متعلق؟

انہوں نے کہا کہ اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو، تو ان کی کتابیں دیکھا کرو، میں نے فقہاء میں سے کسی کو بھی ابوحنیفہ کی کتابوں کو ناپسند کرتے نہیں دیکھا (بلکہ یہ لوگ بھی ان کے اقوال و روایات اور کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے ہیں) [2]

عبداللہ مبارک کا بیان ہے کہ میں ملکِ شام امام اوزاعی سے ملنے گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ نوخیز لڑکا کون ہے، جو کوفہ میں نکلا ہے، اور ابوحنیفہ کی کنیت رکھتا ہے؟ میں نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا، اور اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر امام ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھنے لگا، اور تین دن ان کو پڑھ کر ان سے اچھے اچھے اور نایاب اور دقیق مسائل نکالے، تیسرے دن میں پھر امام اوزاعی کے پاس گیا، انہوں نے یہ مسائل والی کتاب میرے ہاتھ میں تھی، آپ نے اس کتاب کو دیکھنا شروع کیا، اور ایک مسئلہ پر نظر پڑی، جس پر میں نے "قال النعمان" لکھا ہوا تھا، اذان ہوگئی، اقامت کا وقت قریب آ گیا، پھر آپ نے کھڑے کھڑے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا، اور نماز پڑھ کر آپ نے اس کتاب کو سکون سے پڑھا اور پوچھا کہ یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایک شیخ ہیں، جن سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے۔

---

[1] ......الحسن بن بشر قال حدثنی زائدة قال رأیت تحت رأس سفیان کتابا ینظر فیه فاستأذنته فی النظر فیه فدفعه إلى فإذا هو کتاب الرهن لأبی حنیفة فقلت له تنظر فی کتبه فقال وددت انها کلها عندی مجتمعة أنظر فیها ما بقی فی شرح العلم غایة ولکنا ما ننصفه (اخبار ابی حنیفة و اصحابه للصیمری، ص ۷۴)

[2] ....أحمد بن محمد یعنی الحمانی قال: سمعت سجادة یقول دخلت أنا وأبو مسلم المستملی علی یزید بن هارون وهو نازل ببغداد علی منصور بن المهدی..........یا أبا خالد فی أبی حنیفة والنظر فی کتبه قال: انظروا فیها إن کنتم تریدون أن تفقهوا فإنی ما رأیت أحداً من الفقهاء یکره النظر فی قوله (تاریخِ بغداد لابی بکر الخطیب البغدادی، ج٦، ص ۱۰۳، باب النون، ذکر من اسمه النعمان)

اوزاعی نے کہا:

”هذا نبيل من المشايخ اذهب فاستكثر منه“

”یہ بہت اونچی شان والے مشائخ ہیں، تم جاؤ اوران سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو“

میں نے کہا کہ یہ وہی ”ابوحنیفہ“ ہیں کہ جن کے پاس آپ نے مجھے جانے سے منع کیا تھا۔ [1]

امام اوزاعی کا پورا نام عبدالرحمٰن بن عمرو تھا، آپ شام کے شہر دمشق کے ایک گاؤں ”اوزاع“ کے رہنے والے تھے، اور اسی نسبت سے آپ کو اوزاعی کہا جاتا ہے، آپ امام، فقیہ، محدث اور مفسر تھے، اور آپ کا شمار کبار متقدمین میں ہوتا ہے، آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آٹھ سال چھوٹے تھے، اور کوفہ سے بہت دور آپ کا مسکن تھا، اس لیے آپ نے امام صاحب کا صرف نام سن رکھا تھا، اور بہت سے مسائل میں اختلاف بھی تھا، مگر جب آپ نے امام صاحب سے منقول انتہائی محقق و مدقق مسائل کو پڑھا، تو آپ بھی ان کے دلدادہ ہوگئے، آپ کی اور امام صاحب کی مکہ میں ملاقات بھی ثابت ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں اس ملاقات کے بعد امام اوزاعی سے ملا، تو ان سے دوبارہ امام صاحب کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ ”ابوحنیفہ کے کثرتِ علم اور ان کی عقل و فہم وفراست کے بارے میں بہت رشک ہورہا ہے، میں ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھا، تم ان سے مل کر علم حاصل کرو۔ [2]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من لم ينظر في كتب أبي حنيفة لم يتبحر في الفقه (اخبار ابی حنیفة ص ۸۷)

جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا، وہ علم اور فقہ میں متبحر نہیں ہوگا۔

اور ایک روایت میں منقول ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر امام ابوحنیفہ کی کتابیں طلب کیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف و کتب کے بارے میں مذکورہ واقعات، فقہائے کرام اور بزرگانِ دین کے

---

[1] عبد الله بن المبارك يقول قدمت الشام على الأوزاعي......هذا نبيل من المشايخ اذهب فاستكثر منه. قلت: هذا أبو حنيفة الذى نهيت عنه (تاريخ بغداد لابی بكر الخطيب البغدادی، ج٦، ص ١٠١، باب النون)

[2] هو عبد الرحمن بن عمرو بن يحمد الأوزاعي. إمام فقيه محدث مفسر. نسبته إلى ((الأوزاع)) من قرى دمشق............ثم نزل بيروت مرابطا وتوفى بها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٣٤١، تحت الترجمة: الأوزاعي 157 - 88)هـ)

اقوال وشہادت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے فقہ کی تدوین وترتیب کے باب میں کافی جدوجہد سے کام لیا، اور اس سلسلہ میں کئی کتب بھی تالیف کیں کہ جن کے بارے میں کبار متقدمین بزرگ بھی قائل تھے، ان واقعات کے بعد یہ سمجھنا کہ آپ نے کوئی کتاب نہیں لکھی، نادانی کی بات ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی کتابیں کئی صدیوں تک دائر وسائر اور پڑھتی جاتی رہیں، اور فقہاء ومحققین ان سے استفادہ حاصل کرتے رہے۔

چنانچہ ائمہ دین کی سوانح حیات سے متعلق مشہور کتاب ''الاکمال'' میں ''امیر ابنِ ماکولا'' (المتوفی ۴۸۷ھ) نے ''ابو حامد احمد بن اسماعیل'' (المتوفی ۳۴۳ھ) کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ:

وسمع كتب أبي حنيفة وأبي يوسف من أحمد بن نصر، عن أبي سليمان الجوزجاني عن محمد وغير ذلك

اور انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی کتابیں احمد بن نصر سے سنی ہیں، اور احمد بن نصر نے ابوسلیمان جوزجانی سے، اور ابوسلیمان جوزجانی نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ کتابیں سنی ہیں۔

(الإكمال في رفع الارتياب عن المختلف والمؤتلف لأسماء الكنى والأنساب لابن ماكولا، ج ۲، ص ۱۳، حرف الفاء)

سن 140 ہجری تا 150 ہجری چند ائمہ کرام نے فقہی ترتیب پر کتابیں لکھیں، جو بعد میں ان کے تلامذہ کی مرویات وکتب میں شامل ہوگئیں، اور پھر ان تلامذہ کے نام سے ہی مشہور ہوئیں، اور ان کے اصل نسخے باقی نہیں رہے، اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بہت سی کتابیں، جو کہ آپ کے نام سے مشہور ہوئیں، اس دور کے رواج کے مطابق، آپ کے تلامذہ نے اپنی تصانیف میں شامل کرلیا، جو بعد میں ان کے ناموں کے ساتھ منسوب ہوئیں، چنانچہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کی بہت سی کتابیں ہمارے زمانے میں موجود ہیں، جو کہ درحقیقت ان کے شیخ اور استاذ کی کتابیں ہیں، اور انہوں نے ان کو روایت کرکے، ان میں حسک واضافہ کیا ہے، اس لیے یہ کتاب ان کے تلامذہ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔

ماخوذ از ملخصاً:

''اخبار ابی حنیفة و اصحابه لابی عبدالله الصیمری، تاریخِ بغداد لابی بکر خطیب البغدادی
سیرتِ ائمہ اربعہ، از: مولانا قاضی اطہر مبارک پوری''

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 12) مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تدفین

مدینہ منورہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک فیروز نامی پارسی غلام تھا، جس کی کنیت ابولولؤ تھی، اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بھاری محصول مقرر کر دیا ہے، آپ کم کرا دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محصول کی مقدار اور اس غلام کا کام پوچھ کر فرمایا کہ جو کام تم کرتے ہو، اس کے مقابلہ میں یہ محصول کچھ زیادہ نہیں ہے، یہ سُن کر فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کو نکلے، تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں ایک طرف چُھپ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امامت کے لئے جب نماز شروع کی، تو فیروز نے گھات سے نکل کر چھ وار کر دیئے، جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا، اسی زخم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواب میں اپنی شہادت بھی دیکھ چکے تھے، اور اپنے بعد خلافت کے لئے چھ حضرات کے نام ذکر کر دیے تھے۔

چنانچہ حضرت معدان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَذَكَرَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلَاثَ نَقَرَاتٍ، وَإِنِّي لَا أُرَاهُ إِلَّا حُضُورَ أَجَلِي، وَإِنَّ أَقْوَامًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ، وَإِنَّ اللهَ لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ، وَلَا خِلَافَتَهُ، وَلَا الَّذِي بَعَثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ، فَالْخِلَافَةُ شُورَى بَيْنَ هَؤُلَاءِ السِّتَّةِ، الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ (مسلم، رقم الحديث ۷۸"۵۶۷"، مسند احمد، رقم الحديث ۸۹)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کا خطبہ دیا، اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں، اور میں یہی خیال کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے، کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کردوں، حالانکہ اللہ اپنے دین اور خلافت اوراس چیز کو جسے دے کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، ضائع نہیں کرے گا، اگر میری موت جلد ہی آ جائے تو خلافت مشورہ کے بعد ان چھ حضرات کے درمیان رہے گی، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے (مسلم، مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں جن چھ حضرات کا ذکر ہوا ہے، اُن کے نام دوسری احادیث میں یہ آئے ہیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چھ حضرات میں سے جس کی نسبت کثرتِ رائے ہو، اُسے خلیفہ بنانے کی تجویز دی تھی (ابنِ حبان، رقم الحدیث ۶۹۰۵، ذکر رضا المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی صحبتہ إیاہ، حدیث صحیح، إسنادہ علی شرط مسلم)

اور حضرت جویریہ بن قدامہ سے روایت ہے کہ:

حَجَجْتُ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ الْعَامَ الَّذِي أُصِيبَ فِيهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا أَحْمَرَ نَقَرَنِي نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ أَنَّهُ طُعِنَ فَأُذِنَ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ثُمَّ أَهْلُ الشَّامِ ثُمَّ أُذِنَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ فَدَخَلْتُ فِيمَنْ دَخَلَ قَالَ فَكَانَ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهِ قَوْمٌ أَثْنَوْا عَلَيْهِ وَبَكَوْا قَالَ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ وَالدَّمُ يَسِيلُ قَالَ فَقُلْنَا أَوْصِنَا قَالَ وَمَا سَأَلَهُ الْوَصِيَّةَ أَحَدٌ غَيْرُنَا فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا مَا اتَّبَعْتُمُوهُ فَقُلْنَا أَوْصِنَا فَقَالَ أُوصِيكُمْ بِالْمُهَاجِرِينَ فَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ وَأُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ فَإِنَّهُمْ شِعْبُ الْإِسْلَامِ الَّذِي لَجِئَ إِلَيْهِ وَأُوصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ فَإِنَّهُمْ أَصْلُكُمْ وَمَادَّتُكُمْ وَأُوصِيكُمْ بِأَهْلِ ذِمَّتِكُمْ فَإِنَّهُمْ عَهْدُ نَبِيِّكُمْ وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ قُومُوا عَنِّي قَالَ فَمَا زَادَنَا عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ فِي الْأَعْرَابِ وَأُوصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَعَدُوُّ عَدُوِّكُمْ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ الضُّبَعِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بْنِ قُدَامَةَ قَالَ حَجَجْتُ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ الْعَامَ الَّذِي أُصِيبَ فِيهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا أَحْمَرَ نَقَرَنِي نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ شُعْبَةُ الشَّاكُّ قَالَ فَمَا لَبِثَ إِلَّا جُمُعَةً حَتَّى طُعِنَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَأُوصِيكُمْ بِأَهْلِ ذِمَّتِكُمْ فَإِنَّهُمْ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ فِي الْأَعْرَابِ وَأُوصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَعَدُوُّ عَدُوِّكُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٦٢)[1]

ترجمہ: جس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، مجھے اس سال حج کی سعادت نصیب ہوئی، میں مدینہ منورہ بھی حاضر ہوا، وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے ہوئے فرما چکے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سرخ رنگ کا مرغا مجھے ایک یا دو مرتبہ ٹھونگ مارتا ہے اور ایسا ہی ہوا تھا کہ حملے میں ان پر نیزے کے زخم آئے تھے۔ بہرحال! لوگوں کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت دی گئی تو سب سے پہلے ان کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے، پھر عام اہلِ مدینہ، پھر اہلِ شام اور پھر اہلِ عراق، اہلِ عراق کے ساتھ داخل ہونے والوں میں میں بھی شامل تھا، جب بھی لوگوں کی کوئی جماعت ان کے پاس جاتی تو ان کی تعریف کرتی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔ جب ہم ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پیٹ کو سفید عمامے سے باندھ دیا گیا ہے، لیکن اس میں سے خون کا سیلِ رواں جاری ہے، ہم نے ان سے وصیت کی درخواست کی جو کہ اس سے قبل ہمارے علاوہ کسی اور نے نہ کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتابُ اللہ کو لازم پکڑو، کیونکہ جب تک تم اس کی اتباع کرتے رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ہم نے مزید وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ لوگ تو کم اور زیادہ ہوتے ہی رہتے ہیں، اور میں تمہیں انصار کے ساتھ بھی

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري، رجاله ثقات.

www.idaraghufran.org

حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ اسلام کا قلعہ ہیں جہاں اہلِ اسلام نے آ کر پناہ لی تھی، نیز دیہاتیوں کے بارے میں بھی، کیونکہ وہ تمہاری اصل اور تمہارا مادہ ہیں، نیز ذمیوں سے بھی حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمہارے نبی کی ذمہ داری میں ہیں (ہم نے ان سے معاہدہ کر رکھا ہے) اور تمہارے اہل وعیال کا رزق ہیں۔ اب جاؤ، اس سے زائد بات انہوں نے کوئی ارشاد نہیں فرمائی (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت اہم نصیحتیں فرمائی ہیں، جن میں اپنی ذات اور دوسروں کے حقوق بیان فرمائے ہیں، جو کہ ہدایت پر قائم رہنے کے بنیادی اُصول ہیں۔

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے طبیب کو بلایا گیا، اس نے نبیذ اور دودھ پلایا، دونوں چیزیں زخم کے راستے سے باہر نکل آئیں، اس وقت طبیب نے کہا کہ آپ اپنا ولی عہد منتخب کرلیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اُمُّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، تو وہ رو رہی تھیں، عمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی، لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے پر ترجیح دوں گی۔

عبداللہ واپس آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی، چنانچہ وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُسی حجرے میں دفن کیا گیا۔ [1]

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِى دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِى فَأَضَعُ ثَوْبِى، وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِى، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِى، حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٦٦٠)

قال شعيب الارنؤوط: أثر إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حِجْرِى، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ دُفِنَ فِي بَيْتِكِ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ ثَلَاثَةٌ .فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: خَيْرُ أَقْمَارِكِ يَا عَائِشَةُ .وَدُفِنَ فِي بَيْتِهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَاللَّفْظُ لَهُ، وَالْأَوْسَطِ، وَرِجَالُ الْكَبِيرِ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٢٧٩)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

والدین کے ساتھ حسن سلوک

پیارے بچو! یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے والدین کے دل میں وہ شفقت، رحمت ومحبت اپنی اولاد کے لیے ڈالی ہے، جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی، جو بے لوث محبت ہے، اور جو اولاد کی پرورش وتربیت کے لیے ضروری بھی ہے، کیونکہ ہر جاندار مخلوق (چرند، پرند، جانور بھی) خصوصاً انسان اپنی پیدائش کے وقت بہت ہی زیادہ عاجز محتاج ہوتا ہے، اپنی ضروریاتِ زندگی کا سامان خود فراہم نہیں کرسکتا، نہ بات کرسکتا ہے، نہ چل سکتا ہے، نہ کوئی کام کرسکتا ہے، نہ اپنے کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، سردی گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام کرسکتا ہے، حتیٰ کہ پیشاب، پاخانہ کہاں کرنا ہے، کہاں نہیں؟ اس کا بھی شعور نہیں رکھتا، بستر پر اور کپڑوں میں ہگتا موتتا ہے، ایسے میں یہ والدین ہی ہیں، جن کے ذمے اللہ نے یہ فریضہ رکھا ہے، اور ان کے دل میں اس بات کا جذبہ ڈالا ہے کہ وہ اپنے بچے کے یہ سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں لیں، خصوصاً ماں کا کردار، بچے کی پرورش میں بہت ہی اہم ہے۔

چھوٹا بچہ جب کوئی درد محسوس کرتا ہے یا اسے بھوک لگتی ہے یا اسی طرح اور کسی ضرورت کا احساس اسے ہوتا ہے تو رونے کے علاوہ اور کوئی طریقہ ایسا نہیں ہوتا جس سے اپنی ضروریات کا بتا سکے۔ اسکے رونے کی آواز سنتے ہی ماں دوڑتی ہے۔ کبھی دودھ پلاتی ہے۔ کبھی سر سہلاتی ہے۔ اگر پھر بھی چپ نہ ہو تو کسی طرح ماں کو چین نہیں آتا۔ ایک باپ اپنے بچے کی نشو ونما، تربیت، تعلیم وغیرہ کی خاطر گرمی سردی دن رات ایک کرکے اپنے بچے کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اب ہمیں چاہیے کہ ماں باپ کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔ انسان ہر وقت جوان نہیں رہتا۔ ایک وقت آنے پر انسان کو بھی دوسروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے بچہ بچپن میں اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے ویسے ہی والدین کو بھی بڑھاپے میں اولاد کا سہارا درکار ہوتا ہے۔ اسی لیے جب والدین بوڑھے ہوجائیں تو ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنے اور ڈانٹ ڈپٹ، برے سلوک سے بچنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

پیارے نبی ﷺ نے بھی فرمایا کہ وہ شخص بہت نقصان میں رہا جس کے والدین بوڑھے ہوگئے اور وہ ان کی خدمت کرکے اپنے آپ کو جنت میں داخل نہ کراسکا۔

www.idaraghufran.org

جن کے والدین زندہ اور حیات ہیں ان کو اپنے والدین کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ سب سے پہلے تو جب والدین بلائیں تو فوراً حاضر ہوا جائے۔ جو بات کہیں انتہائی توجہ اور دھیان سے سنی جائے۔ اگر کبھی کوئی بات بری لگے تو یہ خیال ہو کہ آئندہ ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ جس کام سے والدین روکیں رکا جائے اور جس کام کے کرنے کا حکم دیں تو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کیا جائے۔ جب والدین بوڑھے ہو جائیں ان کا سہارا بنا جائے۔ قدم قدم پر ان کا ساتھ دیا جائے۔ ان کی دوا اور غذا کا بھرپور خیال رکھا جائے۔ دن میں زیادہ نہیں تو کچھ وقت ان کے ساتھ گزارا جائے۔ ان کے غصے اور ڈانٹ ڈپٹ کو برداشت کیا جائے، اور جواب میں پلٹ کر کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے ان کا دل دکھے۔ کوئی بات بار بار پوچھیں تو ہر بار جواب دیا جائے۔ ان کی کسی بات سے منہ نہ موڑا جائے۔

جن کے والدین اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ان کو کیا کرنا چاہیے؟ سب سے پہلے تو ان کے فوت ہونے پر ان کا جنازہ پڑھا جائے۔ ان کے لیے دعا و استغفار کی جائے۔ ان کے دوسروں سے کیے ہوئے وعدے جو زندگی میں ادھورے رہ گئے ہوں پورے کیے جائیں۔ ان کے دوستوں اور تعلق داروں کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آیا جائے۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نرمی والا برتاؤ رکھا جائے۔

TOYOTA
GENUINE PARTS
حافظ احسن: 0322-4410682
HONDA
GENUINE PARTS
اشرف آٹوز
ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور ریپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں
این ای-3956، چکلالہ روڈ
بالمقابل پی ایس او پٹرول پمپ
چاہ سلطان، راولپنڈی
Ph:051-5702727
4318-C
چوک گوالمنڈی، راولپنڈی
Ph:051- 5530500 5530555
ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

بزمِ خواتین

مفتی طلحہ مدثر

عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب (قسط1)

آزادئ نسواں کا پروپیگنڈہ

معزز خواتین! گزشتہ ایک ڈیڑھ صدی سے اور اس کے بعد مسلسل کبھی تحریکوں کبھی منطقی اور فلسفیانہ طریقے سے یہ بات عالمی طور پر بھی اور ملکی سطح پر بھی پھیلائی جارہی ہے کہ عورت کو آزادی دی جائے اور اس پر سے ہر طرح کی پابندی ہٹائی جائے، اور اس کو گھر کی چار دیواری کی قید مسلسل سے آزاد کیا جائے، اور اسی فکر اور سوچ کو مختلف عنوانات اور دلنشین اسلوب کے تحت پھیلایا جاتا رہا، کبھی اس کو آزادئ نسواں کا نام دیا گیا اور کبھی مرد وعورت کے درمیان مساوات کی خوش اسلوب موضوعات سے تعبیر کیا گیا، پہلے اس کا دائرہ کچھ محدود بھی تھا لیکن آزاد میڈیا اور سوشل میڈیا کے آنے کے بعد تو ساری حدیں ہی پار ہوگئیں، البتہ یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ کیا واقعی اس آزادی سے عورت کی ذات پر ہونے والے مظالم اور زیادتیاں ختم ہوجائیں گی اور اس صنف نازک سے انصاف ہوجائے گا یا اس کو معاشرے میں ایک باعزت مقام مل جائے گا اور اس کے سارے دکھ، درد اور تکلیفیں دور ہوجائیں گی؟ یا اس کے بر عکس اس کو دوبارہ اسی تکلیف اور اندھیرے کی طرف لوٹا دیا جائے گا، صرف فرق یہ ہوگا کہ اس مظلوم پر زیادتی اور ظلم کی ظاہری شکلوں اور صورتوں میں تھوڑا بہت ردوبدل کرکے کی نئ صورت گری کردی جائے گی اور بالالفاظ دیگر اس کو چار دیواری کے ظلم کی ایک مخصوص صورت سے نکال کر معاشرے کے ظلم کی متعدد ومتنوع قسموں کے حوالے کردیا جائے گا؟

آئندہ صفحات میں اسی سے متعلق کچھ حقائق اور مسلمات قارئین کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

ماقبل اسلام اور عورت

معزز خواتین! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام سے پہلے عورت کا معاشرے میں حال انتہائی ابتر تھا

www.idaraghufran.org

(سوائے ایک آدھ معاشروں کے جس کا ذکر آگے آرہا ہے)ان کی کوئی عزت اور وقعت واہمیت نہیں تھی بلکہ اکثر معاشروں میں تو اس کو مرد اپنی مکمل ملکیت تصور کرتا تھا اور اسے ایک بکاؤ مال کی طرح گروی رکھوانا، بیچنا، مارنا سب ایسا ہی تھا جیسے ملکیت میں موجود دیگر بے جان اشیاء کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے (بڑے افسوس کے ساتھ۔ہمارے ملک عزیز میں بھی ایسے علاقے پائے جاتے ہیں جہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے خصوصاً جہاں حکومتی رِٹ کمزور اور وڈیرہ سسٹم سر چڑھ کر نسل در نسل آزاد انسانی زندگیاں پامال کرنے پر تلا ہوا ہے)،لڑکی کا پیدا ہوجانا باعث عار سمجھا جاتا تھا،اسے صرف اپنی خواہشات پورا کرنے کی ایک بے جان مورتی سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی،ان کا وراثت میں تو در کنار کسی بھی چیز میں حقِ ملکیت تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

اسلام کے صنف نازک پر احسانات

پھر اسلام نے آکر عورت کو عزت بخشی،اس کی عزت وحفاظت کو معاشرے پر لازم قرار دیا،اس کے اخراجات اور ضروریات کو مردوں کے ذمے لازم کیا،اس کے حقوق کی رعایت نہ کرنے والوں کو سزاوار جانا،اس کو گھر کی ملکہ مانا،اپنی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری اس پر رکھی،اس کو معاشرے میں باعزت مقام دلایا،اپنی زندگی کے اہم فیصلوں کا اختیار دیا اور گھریلو وخاندانی زندگی کے امور ومعاملات میں اسے دخیل وحصہ دار بنایا،ظالموں سے نجات کے لیے عدالت کے دروازے اس کے لیے کھولے اور حکومت کو حکم دیا کہ اس مظلوم کی فریاد کو سنا جائے اور حکومتی اتھارٹیز کو اس کی شکایات کے ازالے کا پابند بنایا،غرض معاشرے میں اس سوچ کو اجاگر کیا اور لوگوں کو اس سوچ اور فکر کا پابند بنایا کہ عورت ایک بے جان چیز، غیر ذی روح اور ایسے قالب کا نام نہیں ہے جس کو اپنے احساسات بتانے کا،اپنے حقوق لینے کا،اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا بھی اختیار نہ ہو،اور نہ ہی وہ کوئی ایسی گری پڑی چیز ہے کہ جس کا جب دل چاہے اس سے فائدہ لے اور اپنا مطلب پورا کرنے کے بعد بے کاردی کی طرح پھینک دے،معاشرے کا ناکارہ حصہ جان کر اس کو پیروں تلے روندا جائے ،صرف ضرورت پڑنے پر اپنی خواہشات کی خاطر اس کو اپنے پاس جگہ دی جائے اور پھر اس کو دوبارہ ان ہی ذلت ورسوائی کے دلدلوں میں دھکیل دیا جائے،نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ اس عادل خالق کا انصاف نہیں ہے،یہ اس کے قانون فطرت

کی منشا نہیں ہے، یہ اس کا فیصلہ اور حکم نہیں ہے، بلکہ اس کا فیصلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے ناجائز مقصد برآری کرے گا تو اس کی سزا بھی پائے گا اگر حلال اور طیب طریقے کا طالب ہوگا تو اس کا جائز معاوضہ (حق مہر) بھی دینا ہوگا، اگر اپنے حق کے لیے اسے اپنے گھر میں محبوس رکھے گا تو اس کے نازنخرے بھی اٹھانے ہونگے اس کی ضروریات بھی پوری کرنی ہوں گی، اس کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہونگے، اگر اپنے بچوں کو پالنے کی خدمت اس سے لے گا تو بدلے میں اس کی عزت، آبرو کی حفاظت بھی کرنا ہوگی، یہ ان احسانات کی ہلکی سی جھلک ہے جو عورت ذات کو اسلام نے دے۔

”الاشیاء تعرف باضدادھا“

یہ مشہور قاعدہ ہے کہ ” الاشیاء تعرف باضدادھا “یعنی چیزوں کی حقیقت انکی اضداد اور مدمقابل اشیاء کو دیکھ کر پہچانی جاتی ہے جیسے خوشی کی حقیقت کو غمی سے، راحت کی حقیقت کو تکلیف اور درد سے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح جب تک کسی نے اندھیرا نہ دیکھا ہو تب تک اسے روشنی کی صحیح قدر معلوم نہیں ہوسکتی، جب تک کوئی ظلم اور زیادتی کے سمندروں میں جان کھونے کے یقینی ڈر کے ساتھ غوطے نہ کھائے تب تک اسے آزادی کے خوشگوار ساحلوں کے روح پرور مناظر کی نعمت کا صحیح احساس نہیں ہوسکتا، جب تک کوئی غلامی کی زنجیروں میں ظلم و زیادتی سہتے ہوئے ہر لمحہ سسک سسک کر نہ جیا ہو، تب تک اسے آزادی کی نعمت کا احساس کیسے ہوسکتا ہے؟ اس ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایسا تو نہیں کہ کوئی عورت آزادی کو ہی غلامی، اپنی صنفی مقتضیات اور وظائفِ حیات کے مناسب چہار دیواری والی زندگی کو قید بے جا سمجھتے ہوئے خود اپنے لیے زندگی کی تلخیوں کو گلے لگانے تیار بیٹھی ہو، اس تصور کو اور غلامی اور آزادی کے فرق کو سمجھنے نیز عورت ذات پر ہونے والے مظالم اور اس پر اسلام کی طرف سے کیے جانے والے احسانات کا حقیقی اندازہ لگانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان گزشتہ معاشروں کا معائنہ کریں، جس میں یہ سارے مظالم ڈھائے جاتے تھے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم تاریخ کے صفحات کھنگالیں مختلف معاشروں تہذیبوں اور قوموں کا جائزہ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ اسلام نے عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی انصاف ہوسکتا ہے؟

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

چند قیمتی نصیحتیں

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَـآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية 90)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا اور دیتے رہنے کا قرابت داروں کو، اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو (سورہ نحل)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کے ساتھ عدل واحسان کا معاملہ کرنا چاہئے، اور کسی کے ساتھ بھی ظلم وناانصافی سے کام نہیں لینا چاہئے، خواہ کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، ان کے درمیان بھی، اور ایک سے زیادہ اولاد ہوں، تو ان کے درمیان بھی۔

اور اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور مالی تعاون کرنے کا حکم بھی اس آیت میں دیا گیا ہے، اور برے کام، نافرمانی وسرکشی سے بچنے کا بھی خصوصی طور پر حکم دیا گیا ہے، اور یہ سب وہ کام ہیں، جن کی نصیحت اللہ تعالیٰ نے از خود فرمائی، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ یہ نصیحت ہمہ تن یاد رکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے کی گئی ہیں۔

Savour Foods®

RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8,Fax: 5531923

ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

اولاد کے درمیان عدل ومساوات کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا، اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا، جس کو اس نے بوسہ دیا، اور اس کو اپنی ران پر بٹھالیا، پھر اس کے پاس اس کی ایک بیٹی آئی، تو اس نے اس کو (اپنی گود کے بجائے) اپنے برابر میں بٹھالیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان (شفقت ومحبت میں) عدل وبرابری کیوں نہیں کی (طحاوی، حدیث 5847، بیہقی، حدیث 8327)

زمانۂ جاہلیت میں نرینہ اولاد یعنی بیٹوں کو، غیر نرینہ اولاد یعنی بیٹیوں پر فضیلت اور فوقیت دی جاتی تھی، اور لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی پیدائش کو معیوب اور حقیر سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض اوقات نوزائیدہ بچی کو زندہ حالت میں زمین کے اندر دفن کردیا جاتا تھا۔

اسلام نے اس طرزِ عمل سے منع کیا، اور لڑکیوں کی پیدائش کو باعثِ رحمت وفضیلت قرار دیا، اور لڑکیوں کی پرورش اور خیرخواہی کے عظیم فضائل بیان کئے، اس لئے بیٹی کے مقابلہ میں بیٹے سے محبت وہمدری اور خیرخواہی کا زیادہ اظہار کرنا اور بیٹی سے اعراض کرنا، اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں بیٹے کو گود میں بٹھانے اور بیٹی کو گود کے بجائے اپنے پہلو اور برابر میں بٹھانے کو برابری نہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔

والدین کی زندگی میں اوران کی وفات کے بعد کرنے کے کام

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے، جس کے ذریعہ سے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک (نیکی والا برتاؤ) کرسکوں؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! (یہ چیزیں باقی ہیں) اُن کے لئے (اللہ کی طرف سے) رحم (یعنی رحمت) کی دعاء کرنا، اور اُن کے لئے استغفار (یعنی اُن کی مغفرت کے لئے دعاء) کرنا، اور اُن کے (فوت ہونے کے) بعد اس عہد (یعنی وصیت ونیک چاہت) کو پورا کرنا کہ جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اور وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق (ورشتہ داری کی وجہ) سے ہو، اور اُن کے سچّے دوستوں کا اکرام کرنا (ابوداؤد، حدیث 5142)

ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے صلہ رحمی کرنا یہ ہے کہ جو افراد ماں اور باپ کے درجہ بدرجہ رشتہ دار ہیں، مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھی، تایا، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کیا جائے۔

ان رشتہ داروں کے ساتھ والدین کی زندگی میں بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، اور والدین کی وفات کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ والدین کی وفات کے بعد عام طور پر انسان ان رشتوں سے غفلت اختیار کرتا ہے، اور صرف ان رشتہ داروں کو ترجیح دیتا ہے، جن سے براہِ راست اپنا رشتہ وابستہ ہوتا ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS
15 سالہ گارنٹی
051-5517039
0300-8559001
نذیر سنز
Cannon not selling a mattress but a good night sleep
418۔خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

www.idaraghufran.org

خود پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کے متعلق شرعی ترتیب اور حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ، فَعَلٰى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ، فَعَلٰى ذِي قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ: عَلٰى ذِي رَحِمِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ، فَهَاهُنَا، وَهَاهُنَا (مسند الإمام أحمد)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی فقیر (یعنی غریب) ہو، تو وہ اپنی ذات سے ابتداء کرے (یعنی پہلے مال سے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرے) پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے اہل وعیال (یعنی بیوی بچّوں) پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر یا رحم والے رشتہ داروں پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو یہاں اور وہاں خرچ کرے (مسند احمد، حدیث 14273)

یہاں اور وہاں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرے، مثلاً کوئی ضرورت مند پڑوسی ہو، یا کسی فقیر وغریب کی مدد کرے۔

معلوم ہوا کہ والدین، بہن بھائیوں اور اولاد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے بھی درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم ہے، اور اس میں سب سے پہلے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کا حکم ہے، تاکہ دوسروں سے مانگنے اور قرضہ وغیرہ لینے کی نوبت نہ آئے، اس کے بعد درجہ بدرجہ والدین، بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور تعاون وغیرہ کرنے کا حکم ہے۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریز، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، پکن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

قربانی کا گوشت تولے بغیر تقسیم کرنے کی تحقیق

حنفیہ کی کتب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قربانی کے بڑے جانور یعنی اونٹ یا گائے میں اگر ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں، تو ان کو باہم اپنے اپنے حصہ کے گوشت کو صحیح صحیح وزن کر کے تقسیم کرنا ضروری ہے، اور اندازہ یا باہمی رضامندی سے کمی زیادتی کے ساتھ تقسیم کرنا جائز نہیں۔

بعض اوقات اس طرح وزن کر کے تقسیم کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، جبکہ بعض اوقات تولنے کا انتظام نہیں ہوتا، اور بہت سے علاقوں میں تولے بغیر اندازہ سے تقسیم کرنے کا رواج ہے، اور وہاں تول کر تقسیم کرنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے بعض اہلِ علم حضرات کی خواہش پر اس مسئلہ کی تحقیق کی گئی، جو ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

عندالحنفیہ شرکاء کا تولے بغیر گوشت تقسیم کرنے کا حکم

حنفیہ کے نزدیک شرکاء کا قربانی کے گوشت کو تولے بغیر تقسیم کرنا اس لئے ناجائز ہے کہ اس گوشت میں تمام شرکاء کا حصہ مشترک ہے، اور اب اس کی تقسیم کے وقت حنفیہ کے نزدیک اس کا حکم مبادلہ اور بیع کا ہے، یعنی تقسیم میں ہر شخص اپنے حصہ کو دوسرے کے حصہ کے مقابلہ میں فروخت کرتا ہے، اور جب دونوں طرف ایک جنس کا ایسا مال ہو، جو اموالِ ربویہ میں سے ہے، جیسا کہ گوشت، تو کمی بیشی کے ساتھ لین دین جائز نہیں ہوتا، بلکہ ربا میں داخل ہوتا ہے، اور وزن کیے بغیر اندازہ کے ساتھ تقسیم کرنے میں کمی بیشی کا امکان پایا جاتا ہے، جس میں ربا کا امکان ہے۔

اور اگر فریقین باہمی رضامندی سے کمی بیشی سے تقسیم کریں، اور ایک دوسرے کو اپنا حصہ چھوڑنے یا دینے پر دلی اعتبار سے راضی ہوں، تو بھی جائز نہیں۔

کیونکہ ایک تو اموالِ ربویہ کو باہمی رضامندی کے ساتھ بھی اس طرح خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اور دوسرے اس میں ہبہ کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، اور جو چیز تقسیم کا احتمال رکھتی ہو، اس میں مشاع کا ہبہ

www.idaraghufran.org

صحیح نہیں ہوا کرتا، بلکہ اس میں افراز ضروری ہوا کرتا ہے، جو مذکورہ صورت میں پایا نہیں جاتا۔ [1]

اندازہ سے یا کمی زیادتی کے ساتھ تقسیم کے جواز کی صورت

لیکن اگر سری یا پائے یا کلیجی کے ٹکڑے کرکے ہر حصہ میں ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جائے، تو پھر وزن کئے بغیر اندازہ سے اور کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کرنا جائز ہوجاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں مذکورہ اشیاء کے شامل ہونے سے جنس تبدیل ہوجاتی ہے، اور کمی وبیشی کے ساتھ تقسیم (جو کہ عندالحنفیہ بحکمِ بیع ہے) جائز ہوجاتی ہے۔

اور اگر قربانی کے جانور کے یہ شرکاء ایسے افراد ہوں کہ جو مثلاً ایک ہی گھر کے افراد ہوں، اور ان کا کھانا پینا ایک ساتھ یعنی مشترک ہو، ان کو بھی وزن کرکے تقسیم کرنا ضروری نہیں، کیونکہ یہاں تقسیم مقصود ہی نہیں۔ [2]

---

[1] قال(هشام) :وسألت أبا يوسف -رحمه الله -عن البقرة إذا ذبحها سبعة فى الأضحية أيقتسمون لحمها جزافا أو وزنا؟ قال :بل وزنا، قال :قلت فإن اقتسموها مجازفة وحلل بعضهم بعضا؟ قال :أكره ذلك.قال :قلت فما تقول فى رجل باع درهما بدرهم فرجح أحدهما فحلل صاحبه الرجحان؟ قال :هذا جائز؛ لأنه لا يقسم معناه أنه هبة المشاع فيما لا يحتمل القسمة وهو الدرهم الصحيح، أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فيها معنى التمليك، واللحم من الأموال الربوية فلا يجوز تمليكه مجازفة كسائر الأموال الربوية وأما عدم جواز التحليل فلأن الربوى لا يحتمل الحل بالتحليل ولأنه فى معنى الهبة، وهبة المشاع فيما يحتمل القسمة لا تصح بخلاف ما إذا رجح الوزن(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج۵،ص۶۷،كتاب التضحية،فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

سبعة ضحوا بقرة و اقتسموا لحمها وزنا جاز لأن بيع اللحم باللحم وزنا مثلا بمثل جائز فكذلك القسمة فإن اقتسموا اللحم جزافا لا يجوز اعتبارا بالبيع و لو أنهم اقتسموا لحمها جزافا و حلل كل واحد منهم لأصحابه الفضل لا يجوز بخلاف ما إذا باع درهما بدرهم و تربح أحد الدرهمين مقدار ما لا يدخل تحت الوزن فحلل صاحبه الآخر فإنه يجوز ذلك *و الفرق أن تحليل الفضل هبة و فى مسئلة اللحم هبة المشاع فيما يحتمل القسمة و هو اللحم فلم يجز و فى مسئلة الدرهم ,الدرهم الواحد لا يحتمل القسمة فجازت الهبة و لو اقتسموا اللحم الجزور المشترك فى الأضحية جزافا و فى نصيب كل واحد منهم شيء مما لا يوزن كالرجل و الرأس و نحو ذلك لا بأس به إذا حلل بعضهم بعضا *و قال أبو يوسف رحمه الله تعالى أكره ذلك *و قال أبو على الدقاق رحمه الله تعالى إذا أخذ كل واحد منهم كراعا و قطعة لحم و أخذ الرأس و قطعة لحم و أخذ بعضهم الكل من اللحم إن سبع اللحم أو أقل لم يجز و إن أصابه أكثر حتى تكون الزيادة بإزاء الرجل و الرأس جاز إذا كانوا سبعة(فتاوى قاضى خان،ج۳،ص۲۱۰،كتاب الأضحية)

[2] ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه الأكارع أو الجلد) صرفا للجنس لخلاف جنسه(الدر المختار)

(قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا، حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہ بات ملحوظ رہے کہ وزن کیے بغیر اور رضامندی سے کمی زیادتی کے ساتھ تقسیم کے ناجائز ہونے کا مسئلہ ان حضرات کے نزدیک ہے، جو اس طرح کی تقسیم کو بیع قرار دیتے ہیں، اور قابلِ تقسیم چیز کے ہبہ میں مشاع ہونے کو ممنوع سمجھتے ہیں، جیسا کہ حنفیہ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ولم يقسموها تجزيهم أو لا، والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت .وفی فتاوى الخلاصة والفيض :تعليق القسمة على إرادتهم، وهو يؤيد ما سبق غير أنه إذا كان فيهم فقير والباقي أغنياء يتعين عليه أخذ نصيبه ليتصدق به اهـ ط .وحاصله أن المراد بيان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط، لكن فی استثنائه الفقير نظر إذ لا يتعين عليه التصدق كما يأتي، نعم الناذر يتعين عليه فافهم (قوله لا جزافا) لأن القسمة فيها معنى المبادلة، ولو حلل بعضهم بعضا قال فی البدائع :أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فيها معنى التمليک واللحم من أموال الربا فلا يجوز تمليكه مجازفة.

وأما عدم جواز التحليل فلأن الربا لا يحتمل الحل بالتحليل، ولأنه فی معنى الهبة وهبة المشاع فيما يحتمل القسمة لا تصح اهـ وبه ظهر أن عدم الجواز بمعنى أنه لا يصح ولا يحل لفساد المبادلة خلافا لما بحثه فی الشرنبلالية من أنه فيه بمعنى لا يصح ولا حرمة فيه (قوله إلا إذا ضم معه إلخ) بأن يكون مع أحدهما بعض اللحم مع الأكارع ومع الآخر البعض مع البعض مع الجلد عناية(رد المحتار على الدر المختار، ج۶،ص۳۱۸،کتاب الأضحية)

(ويقسم اللحم) بينهم (وزنا) لأنه موزون عرفا (لا جزافا) إذ لا يتحقق التساوی ويدخل فيه شائبة الربا .(إلا إذا ضم معه من أكارعه أو جلده) ليكون فی كل جانب شيء من اللحم وشيء من الأكارع ، أو يكون فی كل جانب لحم وأكارع، وفی آخر لحم وجلد .وإنما يجوز إذا كان ذلک صرفا لكل جنس إلى خلافه(شرح النقاية، ج۴،ص۲۴۳،کتاب الأضحية)

سبعة ضحوا بقرة، وأرادوا أن يقسموا اللحم بينهم؛ إن اقتسموها، وزنا يجوز؛ لأن القيمة فيها معنى السبع على هذا الوجه يجوز، وإن اقتسموها جزافا إن جعلوا مع اللحم شيئا من السقط نحو الرأس، والأكارع يجوز، وإن لم يجعلوا لا يجوز؛ لأن البيع على هذا الوجه لا يجوز، فإن .....مع هذا، وحللوا الفضل بعضهم لبعض لم يجز(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۶،ص۱۰۱،کتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة فی الضحايا)

(ويقسم لحمها) أی إذا جاز على الشركة فيقسم اللحم (وزنا) بين الشركاء ؛ لأنه موزون (لا جزافا) لأن فی القسمة معنى التمليک فلا يجوز جزافا عند وجود الجنس والوزن ولا يجوز التحليل؛ لأنه فی معنى الهبة وهبة المشاع فيما يقسم لا تجوز (إلا إذا خلط) وضم (به) أی باللحم (من أكارعه أو جلده) أی يكون فی كل جانب شيء من اللحم ومن الأكارع أو يكون فی كل جانب شيء من اللحم وبعض الجلد أو يكون فی جانب لحم وأكارع وفی آخر لحم وجلد فحينئذ يجوز صرفا للجنس إلى خلاف الجنس كما فی الدرر(مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج۲،ص۵۱۸،کتاب الأضحية)

[1] صفة القسمة :تتردد صفة القسمة عند الفقهاء بين وصفين :الإفراز أو التمييز، والبيع أو المبادلة.

فقال الحنفية :تشتمل القسمة مطلقا (فی المثليات أو القيميات) على وصفين :هما الإفراز :وهو أخذ عين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سلسلہ میں غیرحنفی فقہائے کرام کے اقوال

اور جو فقہائے کرام تقسیم کو افرازِ محض قرار دیتے ہیں، یا گوشت میں ربا پائے جانے کے قائل نہیں، یا ہبۂ مشاع کو ناجائز قرار نہیں دیتے، جیسا کہ بعض شافعیہ وحنابلہ اور مالکیہ ان کے نزدیک وزن کئے بغیر باہمی رضامندی سے اندازہ کے ساتھ تقسیم کرنا اور ایک کا دوسرے کو اپنے حصہ میں سے دینا بھی جائز ہے۔

جبکہ بعض حضرات تقسیم کو بیع قرار دینے کے باوجود، ضرورت واباحت وغیرہ کے باعث گوشت کو تولے بغیر تقسیم کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حقه، والمبادلة :وهو أخذ عوض حقه .والسبب في اشتمالها على معنى المبادلة :أن ما يأخذه كل شريک، بعضه كان له، وبعضه كان لصاحبه، فهو يأخذه عوضا عما يبقى من حقه في حصة صاحبه، فتكون القسمة مبادلة من وجه، وإفرازا من وجه.

والإفراز :هو الظاهر الغالب في المثليات، أي المكيلات والموزونات وما في حكمها :وهي الذرعيات والعدديات المتقاربة كالجوز والبيض، لعدم التفاوت بين أجزائها، حتى كان لأحد الشريكين أن يأخذ نصيبه حال غيبة صاحبه.

والمبادلة :هي الظاهر الغالب في غير المثليات أي القيميات كالحيوانات والدور وأصناف العروض التجارية، للتفاوت بين أفرادها، حتى لا يكون لأحد الشريكين أخذ نصيبه عند غيبة صاحبه

إلا أنه إذا كانت الأشياء المشتركة متحدة الجنس، جازت القسمة الجبرية، أي يجبر القاضي على القسمة عند طلب أحد الشركاء ؛ لأن فيها معنى الإفراز، ويصح الجبر في المبادلة، كما هو المقرر في حالة بيع ملک المدين، لوفاء دينه.

وإن كانت الأشياء المشتركة أجناسا مختلفة، لم تجز القسمة الجبرية، فلا يجبر القاضي على القسمة، لتعذر المعادلة .وتجوز القسمة الرضائية حينئذ؛ لأن الحق للشركاء.....................

وفائدة الخلاف :أنها إذا لم تكن بيعا، جازت قسمة الثمار خرصا، والمكيل وزنا، والموزون كيلا، والتفرق قبل القبض فيما يعتبر فيه القبض في البيع، وإن قلنا :هي بيع، انعكست هذه الأحكام (الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج٦،ص ٤٧٣٤ الیٰ ٣٦٣٦، ملخصاً،القسم الرابع،الباب الثانی،الفصل السادس،النوع الأول، المبحث الأول)

[1] عرف الحنفية القسمة بأنها :جمع نصيب شائع في معين، وعرفها ابن عرفة بأنها :تصيير مشاع من مملوک مالكين معينا ولو باختصاص تصرف فيه بقرعة أو تراض.

وهي عند الشافعية والحنابلة :تمييز بعض الحصص وإفرازها.

واعتبرها بعض الفقهاء بيعا .يقول ابن قدامة:القسمة إفراز حق وتمييز أحد النصيبين من الآخر، وليست بيعا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ''المغنی'' میں فرماتے ہیں کہ:

شرکاء کو مشترک گوشت کا تقسیم کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ تقسیم کرنا حق کا افراز ہے، بیع نہیں ہے۔ [1]

مزید فرماتے ہیں کہ:

شرکاء کے لئے گوشت کی تقسیم کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے بعض اصحاب نے اس سے منع کیا ہے، اس وجہ سے کہ یہ تقسیم کرنا بیع ہے اور قربانی کے گوشت کی بیع جائز نہیں۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں شرکت کا حکم فرمایا ہے، باوجودیکہ قربانی کی سنت گوشت کا کھانا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کو تقسیم کرنا جائز ہے، کیونکہ تقسیم کئے بغیر شرکاء کے لیے قربانی کا گوشت کھانا ممکن نہیں، اور ہمیں یہ بات تسلیم نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا أحد قولي الشافعي. وقال في الآخر: هي بيع، وحكي عن أبي عبد الله بن بطة: لأنه يبدل نصيبه من أحد السهمين بنصيب صاحبه من السهم الآخر، وهذا حقيقة البيع.

وعلى ذلك بعض المالكية. قال ابن عبد البر: القسمة بيع من البيوع. وهو قول مالك في المدونة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۷، مادة " البيع")

القسمة: اختلف الرأي فيها بحسب النظر إليها هل هي بيع كما قال الحنفية أم هي تمييز حقوق كما يرى الشافعية والحنابلة وهو مفاد مذهب المالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۰، ص ۹۰، مادة "خيار الشرط")

كما أن تراضي المتقاسمين على توزيع الأنصباء بينهم بكيفية ما يمكن أن يتم بدون أن يستعينوا بقرعة، بل دون تعديل أو تقويم أصلا ما دام المحل ليس ربويا، بل وإن كان ربويا بناء على أن القسمة محض تمييز حقوق، بل عند المالكية وبناء على أنها بيع إذا دخلا على التفاضل البين كفدان فاكهة في نظير فدانين، لخروجها حينئذ من باب البيع المبنى على المهارة التجارية ومحاولة الغلب من كلا الجانبين إلى باب المنيحة والتطول(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۳، ص ۲۳۷، ماده، قسمة)

واختلف العلماء في القسمة هل هي بيع من البيوع أو تمييز حق؟ ولأصحابنا مسائل تقتضي كلا القولين ونحن ننبه عليها عند ذكرها إن شاء الله تعالى.

وقد قال مالك في المدونة إن القسمة بيع من البيوع، ووجه ذلك أن كل واحد من المتقاسمين يبيع حصته مما خرج عنه بحصة شريكه مما صار إليه؛ لأنه ملك حصة صاحبه من الجزء الذي صار إليه بحصته من الجزء الذي أخذه صاحبه وهذه معاوضة ومبايعة محضة، ووجه قولنا إنها تمييز حق: أنه غير موقوف على اختيار المتقاسمين بل قد يجوز فيه المخاطرة بالقرعة وذلك ينافي البيع فثبت أنها تمييز حق(المنتقى شرح الموطإ، لسليمان بن خلف القرطبي، ج ۶، ص ۴۹، القضاء في قسم الأموال)

[1] ويجوز أن يقتسموا اللحم؛ لأن القسمة إفراز حق، وليست بيعا(المغني لابن قدامة، ج ۳، ص ۴۷۴، فصل الاشتراك في الهدى)

www.idaraghufran.org

کہ گوشت کا تقسیم کرنا بیع ہے، بلکہ وہ حق کا افراز ہے۔ [1]

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

گوشت کی شرکاء کے درمیان تقسیم افراز ہے، بیع نہیں ہے، اور مسلمانوں میں گائے اور اونٹ وغیرہ کی قربانی کرتے وقت اس کا گوشت آپس میں تولے بغیر تقسیم کرنا رائج ہے، اور اسی طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مسلمانوں کا عمل تھا۔ [2]

اور شافعیہ کے نزدیک بھی راجح یہ ہے کہ قربانی کے شرکاء کی طرف سے گوشت کی تقسیم جائز ہے، اور ان کے نزدیک زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ گوشت کی تقسیم، بیع کے بجائے افراز ہے، اگرچہ شافعیہ کا ایک قول اس کے بیع ہونے کا بھی ہے۔ [3]

---

[1] فصل :ويجوز للمشتركين قسمة اللحم، ومنع منه أصحاب الشافعي في وجه، بناء على أن القسمة بيع، وبيع لحم الهدى والأضحية غير جائز .ولنا، أن أمر النبي -صلى الله عليه وسلم -بالاشتراك، مع أن سنة الهدى والأضحية الأكل منها، دليل على تجويز القسمة، إذ لا يتمكن واحد منهم من الأكل إلا بالقسمة، وكذلك الصدقة والهدية، ولا نسلم أن القسمة بيع، بل هي إفراز حق، على ما ذكرناه في باب القسمة(المغني لابن قدامة، ج۹، ص۴۵۸، كتاب الأضاحي)

[2] أما قسمة اللحم بالقيمة فالصحيح أنه يجوز؛ فإن القسمة إفراز بين الأنصباء ؛ ليست بيعا على الصحيح .وهكذا كان النبي صلى الله عليه وسلم يقاسم أهل خيبر خرصا فيخرص عبد الله بن رواحة ما على النخل فيقسمه بين المسلمين واليهود ولا يجوز بيع الرطب خرصا وكذلك كان المسلمون ينحرون الجزر ويقسمونها بينهم بلا ميزان كانوا يفعلون ذلك على عهد النبي صلى الله عليه وسلم(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۳۵، ص۴۱۹،باب القسمة ،سئل عن قسمة اللحم بلا ميزان؟)

[3] ولهم قسمة اللحم إذ هي إفراز(تحفة الحبيب على شرح الخطيب،لسليمان بن محمد بن عمر البجيرمي الشافعي، ج۵،ص۲۴۰،كتاب الصيد والذبائح)

وقد يستدل به لجواز قسمة اللحم المشترك ونحوه من الأشياء الرطبة كالعنب وفي هذا خلاف لأصحابنا معروف قالوا إن قلنا بأحد القولين أن القسمة تمييز حق ليست ببيع جاز وإن قلنا بيع فوجهان أصحهما لا يجوز للجهل بتماثله في حال الكمال فيؤدي إلى الربا والثاني يجوز لتساويهما في الحال فإذا قلنا لا يجوز فطريقها أن يجعل اللحم وشبهه قسمين ثم يبيع أحدهما صاحبه نصيبه من أحد القسمين بدرهم مثلا ثم يبيع الآخر نصيبه من القسم الآخر لصاحبه بذلك الدرهم الذي له عليه فيحصل لكل واحد منهما قسم بكماله ولها طرق غير هذا لا حاجة إلى الإطالة بها هنا والله أعلم(شرح النووي، ج۲،ص۱۳۹،كتاب الايمان ،باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الحج والهجرة)

قال أصحابنا وإذا اشترك جماعة في بدنة أو بقرة وأرادوا القسمة فطريقان

(أحدهما)القطع بجواز القسمة للضرورة وهذا قول ابن القاص صاحب التلخيص (والثاني) وهو المذهب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور مالکیہ کے نزدیک گوشت کا اندازہ سے تولے بغیر تقسیم کرنا جائز ہے،البتہ کچھ مالکیہ کے نزدیک جب وزن کرنا دشوار ہوتو صرف اس صورت میں ہی وزن کئے بغیر اندازہ سے تقسیم کرنا جائز ہے۔

اوراس کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام سے استفاضہ کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ وہ آپس میں گوشت کو اندازہ سے تقسیم کیا کرتے تھے اور یہ تقسیم کرنا یا بیع ہے یا بیع کے حکم میں ہے،لیکن ضرورت اورعذر کی وجہ سے وزن کرنا معاف ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبه قال جماهير الأصحاب إنه يبنى على أن القسمة بيع أو فرز النصيبين وفيها قولان مشهوران (الأصح) فى قسمة الأجزاء كاللحم وغيره أنها فرز النصيبين(المجموع شرح المهذب،ج۸،ص ۴۲۲،باب الأضحية)

(ولهم القسمة) أى قسمة اللحم بناء على أن قسمته كسائر المتشابهات إفراز كما اقتضاه كلام الأصل هنا وصرح بتصحيحه فى المجموع(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب،لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصارى، ج ۱،ص۵۴۷،كتاب الضحايا)

قوله (إنها إفراز) جزم به المغنى والنهاية عبارتهما ولهم قسمة اللحم لأن قسمته قسمة إفراز اه وزاد الأول على الأصح كما فى المجموع اه(حواشى الشروانى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج،لعبد الحميد الشروانى،ج۹،ص ۳۴۹،فصل فيما يملك به الصيد)

قوله (وفى شرح المهذب) عبارة النهاية فى المجموع قوله لم تجز القسمة الخ فيه توقف إذ الظاهر ان لحم البدنة أو البقرة من المتشابهات فقسمته بالأجزاء ثم رأيته قال فى باب الأضحية ما نصه ثم يقتسمون اللحم بناء على إنها إفراز وهو ما صححه فى المجموع وعلى إنها بيع يمتنع القسمة اه وعبارة المغنى والنهاية هناك ولهم قسمة اللحم لأن قسمته قسمة إفراز اه(حواشى الشروانى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج،لعبد الحميد الشروانى،ج۱۰،ص۲۰۷،باب القسمة)

وأجاز الشافعية هذا الاشتراك، وللشركاء قسمة اللحم، لأنها قسمة إفراز على الأصح(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ،ج۴،ص۲۷۱۳،الباب الثامن،الفصل الأول،المبحث الثانى ،المطلب الثالث)

[1] مالکیہ کے نزدیک اضحیۂ واحدہ میں شرکت فی الملک جائز نہیں،جس کی وجہ بعض نے یہ قراردی ہے کہ تقسیم حکماً بیع ہوگی،اورنُسک کی بیع جائز نہیں،اورمندرجہ بالاحکم غیراضحیہ جانورمیں شریک لوگوں کا ہے۔

يجوز قسمة اللحم على التحرى وكذلك بيعه، ومن أصحابنا من يطلق ذلك ومنهم من يشترط فيه تعذر الموازين(المعونة على مذهب عالم المدينة الإمام مالك بن أنس،لعبد الوهاب،المالكى،ص۹۶۷،كتاب البيوع،فصل فى قسمة وبيع اللحم على التحرى)

فدليلنا أن النقل مستفيض عن الصحابة أنهم كانوا يقتسمون اللحوم على التحرى .والقسمة إما بيع أو فى حكم البيع، كل واحد من المقتسمين،، حظه بخظ أخيه .ولأن الحزر فى الشرع قد جعل طريقاً إلى جواز البيع فيما شرط فيه الكيل والوزن عند تعذرهما، كالزكاة والعرايا فكذلك فى مسألتنا للضرورة، وهى أن الموازين تتعذر وتشق، فلو قلنا إنهم لا يقسمون اللحم فى الأسفار إلا بميزان كشف ذلك وأدى إلى ضياعه، وإلى فوات الانتفاع به، فجاز لهذه الضرورة اقتسامه على التحرى(الإشراف على نكت مسائل الخلاف،للقاضى عبد الوهاب،البغدادى المالكى ،ج۲،ص۵۳۵،كتاب البيوع)

www.idaraghufran.org

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاءِ کرام کے نزدیک جانور کے شرکاء کا گوشت کو تقسیم کرنا افراز یا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور اندازہ کے ساتھ بھی تقسیم کرنا جائز ہے، ربا میں داخل نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے

حنفیہ میں سے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے بھی یہ ہے کہ قربانی کے شرکاء کا باہمی رضامندی کے ساتھ وزن کیے بغیر گوشت کو تقسیم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ دلی رضامندی کے ساتھ ایسا کیا جائے، اور آپس میں نزاع کا بھی احتمال نہ ہو۔

اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قربانی کے گوشت کا باہمی رضامندی سے وزن کیے بغیر تقسیم کرنا مبادلہ ومعاوضہ یا بیع کے قبیل سے نہیں، بلکہ تسامح واباحت اور تعامل ومواساۃ کے قبیل سے ہے، یہی وجہ ہے کہ عرفِ عام میں بھی اس کو معاوضہ وبیع نہیں سمجھا جاتا، اور گوشت کی اندازہ سے تقسیم کی ممانعت کی وجہ شرکاء میں نزاع کا خوف ہے، اور جب یہ خوف نہ پایا جائے، تو پھر جائز ہونے میں شبہ نہیں، اور اگر خوشدلی کے فقدان یا نزاع کا خدشہ ہو، تو پھر وزن کیے بغیر جائز نہیں۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک باہمی رضامندی سے تولے بغیر گوشت تقسیم کرنے کے جائز ہونے کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جس میں چند شرکاء اپنا اپنا کھانا ایک ساتھ جمع کر کے کھائیں، تو اس میں شرکاء کو کمی وبیشی کے ساتھ کھانا جائز ہوتا ہے، جس کو ''نہد'' کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ معاوضات کے قبیل سے نہیں، بلکہ تسامح اور تعامل اور اباحت ومواسات کے قبیل سے ہے۔ [1]

---

[1] ذهب البخارى إلى جواز قسمة المكيلات والموزونات فى النهد مجازفة .والنهد أن ينثر الرفقة زادهم على سفرة واحدة ليأكلوا جميعا، بدون تقسيم، ففيه شركة أولا، وتقسيم آخرا، ولا ريب أنه تقسيم على المجازفة لا غير، مع التفاوت فى الأكل وهذه الترجمة إحدى الترجمتين اللتين حكم عليهما ابن بطال أنهما خلاف الإجماع؛ فإن المكيلات والموزونات من الأموال الربوية، والمجازفة فيها تؤدى إلى الربا، وقد مر معنا الجواب، أنها ليست من باب المعاوضات التى تجرى فيها المماكسة، أو تدخل تحت الحكم، وإنما هى من باب التسامح، والتعامل؛ وكيف تكون ضيق على نفسه، فأدخل مسألة الديانات فى الحكم، فأشكل عليه الأمر.

قوله :(كذلك مجازفة الذهب والفضة) ... الخ، تدرج من الطعام إلى الأموال الربوية؛ ولا بأس بالمجازفة فيها أيضا ما لم تكن من باب المعاوضات، والبياعات، وكانت على التسامح كالأمور البينة.................................

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وزن کیے بغیر گوشت کو تقسیم کرنے کی حدیث

جانور میں ایک سے زیادہ شرکاء کے ہونے کی صورت میں گوشت کو تولے بغیر تقسیم کرنے کو جائز قرار دینے والوں کے قول کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُورُ، فَتُقْسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ، ثُمَّ تُطْبَخُ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ (مسلم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے، پھر (ہمارے درمیان مشترکہ مملوکہ) اونٹ کو ذبح کیا جاتا تھا، پھر اس کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، پھر اس کو پکایا جاتا تھا، پھر ہم پکے ہوئے گوشت کو سورج غروب ہونے سے پہلے کھایا کرتے تھے (مسلم، بخاری)

یہ اونٹ قربانی کے علاوہ عام مشترکہ مملوکہ ہوتا تھا، لیکن گوشت مشترکہ ملکیت ہونے کے باوجود آپس میں وزن کرکے تقسیم نہیں کیا جاتا تھا، اور قربانی کے جانور کا گوشت بھی مشترکہ ہونے کی صورت میں یہی حکم رکھتا ہے، لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

چنانچہ مذکورہ حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال نے فرمایا کہ:

اس حدیث سے گوشت کو بغیر تولے تقسیم کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ بابِ معروف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واعلم أن ما فی فقه الحنفية من أن رجالا إذا اشتركوا فی أضحية، ينبغی أن يحذروا من المجازفة فی القسمة، وعليهم أن يقسموا اللحم وزنا .أقول من عند نفسی :وذلک عند مخافة النزاع، وإلا جازت المجازفة أيضا، فإنی جربت أن المجازفة قد سرت فی غير واحد من المواضع عند المسامحة، وإنما القواعد عند ظهور النزاع(فيض الباری علی صحيح البخاری، ج۴، ص۴، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض)

[1] رقم الحديث ۲۲۵ "۱۹۸"، باب استحباب التبكير بالعصر،صحيح البخاری،رقم الحديث ۲۴۸۵، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض.

www.idaraghufran.org

سے تعلق رکھتا ہے، جو کہ کھانے پینے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ ۱

یہی بات علامہ ابن ملقن شافعی نے بھی فرمائی ہے۔ ۲

اور علامہ عینی نے بھی بخاری کی شرح میں یہی بات فرمائی ہے، بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ:

یہ ربا کے باب سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ اباحت کے باب سے تعلق رکھتا ہے۔ ۳

اس سے معلوم ہوا کہ مشترکہ مملوکہ جانور کے شرکاء کا گوشت کو تولے بغیر تقسیم کرنا جبکہ کھانا پینا مقصود ہو، جیسا کہ قربانی کے جانور میں بھی یہی مقصود ہوتا ہے، اس کا جواز حدیث سے ثابت ہے، اور اس کو عام ربا اور بیع وشراء والے معاملات سے جداگانہ حکم حاصل ہے۔

---

۱ وفی حدیث رافع :قسمة اللحم بالتحری بغیر میزان؛ لأن ذلک من باب المعروف، وهو موضوع للأكل(شرح صحيح البخاری لابن بطال، ج٧،ص٧، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض)

۲ وفی حدیث رافع :قسمة اللحم بالتجزیء بغیر میزان؛ لأنه من باب المعروف وهو موضوع للأكل(التوضيح لشرح الجامع الصحيح،لابن الملقن الشافعی،ج١٦، ص٥٣، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض)

۳ النهد إخراج القوم نفقاتهم على قدر عدد الرفقة، يقال :تناهدوا، وقد ناهد بعضهم بعضا .وفی (المحكم) : النهد العون، وطرح نهده مع القوم أعانهم وخارجهم، وقد تناهدوا أی :تخارجوا، يكون ذلک فی الطعام والشراب، وقيل :النهد إخراج الرفقاء النفقة فی السفر وخلطها، ويسمى بالمخارجة، وذلک جائز فی جنس واحد وفی الأجناس، وإن تفاوتوا فی الأكل، وليس هذا من الربا فی شیء ، وإنما هو من باب الإباحة (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج١٣، ص٤٠، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض)

مطابقته للترجمة تؤخذ من قوله :(فيقسم عشر قسم) فإن فيه جمع الأنصباء مما يوزن مجازفة......

قوله :(عشر قسم) بكسر القاف وفتح السين :جمع قسمة .قوله :(لحما نضيجا) ، بفتح النون وكسر الضاد المعجمة وفی آخره جيم أی :مستويا .وقال ابن الأثير :النضيج المطبوخ، فعيل بمعنى مفعول.

وفيه :قسمة اللحم من غير ميزان لأنه من باب المعروف، وهو موضوع للأكل..........

وليس المراد بالقسمة هنا القسمة المعروفة عند الفقهاء ، وإنما المراد هنا إباحة بعضهم بعضا بموجوده.

وفيه :فضيلة الإيثار والمواساة .وقال بعضهم :وفيه :جواز هبة المجهول .قلت :ليس شیء فی الحديث يدل على هذا، وليس فيه إلا مواساة بعضهم بعضا والإباحة، وهذا لا يسمى هبة، لأن الهبة تمليک المال، والتمليک غير الإباحة، وأيضا :الهبة لا تكون إلا بالإيجاب والقبول لقيام العقد بهما، ولا بد فيها من القبض عند جمهور العلماء من التابعين وغيرهم، ولا يجوز فيما يقسم إلا محوزة مقسومة كما عرف فی موضعها(عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج١٣، ص٤٢، كتاب الشركة،باب الشركة فی الطعام والنهد والعروض)

www.idaraghufran.org

مشاع چیز کے افراز سے پہلے ہبہ کا حکم

جہاں تک قابلِ تقسیم مشاع چیز کے ہبہ کا تعلق ہے، تو وہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہاء کرام کے نزدیک جائز ہے۔ [1]

اس سلسلہ میں علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ قابلِ تقسیم مشاع چیز کے ہبہ کے ناجائز ہونے کی وجہ، اس کا مفضی الی النزاع ہونا ہے، لہٰذا جہاں یہ وجہ نہ پائی جاتی ہو، وہاں مشاع چیز کا ہبہ جائز ہے۔

لہٰذا اگر قربانی کے جانور کا شریک اپنا حصہ تول کر الگ کئے بغیر دلی رضامندی کے ساتھ کسی دوسرے شریک کو اپنے حصہ سے زیادہ دینا چاہے اور اس میں نزاع کا بھی احتمال نہ ہو، تو وہ جائز ہوگا۔ [2]

---

[1] هبة المشاع سائغة عند جماهير أهل العلم بإطلاق :كما قرره المالكية والشافعية والحنابلة.
والحنفية على أن هبة المشاع لا تجوز -بمعنى عدم إثبات ملك ناجز -فالهبة صحيحة، ولكن يتوقف الملك على الإفراز ثم التسليم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٣، ماده،الشركة)
ذهب جمهور الفقهاء :إلى جواز هبة المشاع سواء فى ذلك ما أمكن قسمته، وما لم يمكن قسمته، وسواء وهبه لشريكه أو لغيره .
وقال الحنفية :لا يجوز هبة مشاع شيوعا مقارنا للعقد فيما ينقسم ولأنه ما من جزء من أجزاء المشاع إلا وللشريك فيه ملك، فلا تصح هبته؛ لأن القبض الكامل غير ممكن، وقيل يجوز هبته لشريكه .أما إذا كان المشاع غير قابل للقسمة، بحيث لا يبقى منتفعا به إذا قسم تجوز هبته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١٩١، مادة "شيوع")

[2] واعلم أنه يشترط لصحة الهبة عندنا أن لا يكون مشاعا، وذلك لأن القبض من تمام الهبة، وهو ضعيف فى المشاع .ثم إن كان الواهب واحدا، والموهوب له جماعة، فهو مشاع عند الإمام الأعظم .وقال صاحباه :أنه ليس بمشاع .وإن كان الواهب جماعة، والموهوب له واحدا، فلا شيوع عند الإمام .وأما البخارى فذهب إلى هدر الشيوع .ولم يره شيئا، فتصح عنده هبة المشاع أيضا.
قلت :والذى تبين لى أن توسيع البخارى، وتضييق الحنفية، كلاهما ليس بمرضى للشارع، فإن رفع الشيوع الإبهام مطلوب عنده البتة، أما إنه فى أى مرتبة، فلينظر فيه، فليس نسقه إلى هدره، كما زعمه البخارى، ولا العض به، كما قاله الحنفية، والذى أراه أن النهى عنه لكونه مفضيا إلى النزاع، وكل أمر يكون النهى عنه كذلك، لا يشدد فيه الشارع بنفسه، بل ربما يغمض عنه أيضا، فلا ينبغى التشدد فيه(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٤، ص٥٧، كتاب الهبة،باب هبة الواحد للجماعة)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک تو قربانی کے جانور کے شرکاء کا گوشت تولے بغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ تقسیم کرنا جائز نہیں، لیکن بعض حنفیہ اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مشترکہ مملوکہ جانور کے گوشت کو تولے بغیر اور دلی رضامندی کے ساتھ کمی وبیشی کے ساتھ تقسیم کرنے کی گنجائش پائی جاتی ہے، جبکہ نزاع کا بھی احتمال نہ ہو، اور ان کے نزدیک اس کو حرام یا ربا قرار دینا درست نہیں۔

خلاصہ

ہمارے نزدیک مذکورہ تمام بحث کے بعد خلاصہ یہ ہے کہ احتیاط تو اسی میں ہے کہ جب قربانی کے شرکاء ایسے افراد ہوں کہ ان کا کھانا پینا الگ الگ ہو، ان کو قربانی کا گوشت صحیح صحیح طریقہ پر وزن کر کے تقسیم کرنا چاہیے، اور اگر اس میں مشکل ہو، تو حصوں میں کلیجی، پائے اور سری وغیرہ کے ٹکڑے شامل کر لیے جائیں، پھر تولے بغیر اندازہ سے تقسیم کرنے میں حنفیہ کے نزدیک بھی حرج نہیں۔

اور اگر شرکاء باہمی رضامندی اور خوشدلی کے ساتھ تولے بغیر اندازہ سے تقسیم کرنا چاہیں، یا ایک دوسرے سے کم یا زیادہ مقدار میں لینا دینا چاہیں، اور نزاع کا بھی احتمال نہ ہو، تو اگرچہ حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق اس کی گنجائش نہیں، لیکن متعدد فقہائے کرام کے نزدیک اس کی گنجائش پائی جاتی ہے، اور اس کو حرام یا ربا قرار دینا بظاہر مشکل ہے، کیونکہ اولاً تو قربانی کے گوشت کے اس طرح تقسیم کرنے کا مقصد کھانا ہے، جو بابِ معروف سے تعلق رکھتا ہے، دوسرے یہاں بیع مقصود نہیں، تیسرے قربانی کے گوشت کی بیع جائز بھی نہیں، چوتھے بعض حنفیہ اور حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہائے کرام بھی اس کے قائل ہیں، اگرچہ اس کے جواز کی علت ان کے نزدیک الگ الگ ہو، پانچویں بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

24/ذوالحجہ/1437ھ 27/ستمبر/2016ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

رفعِ حاجت یا پیشاب، پاخانے (Toilet) کے آداب

(دوسری وآخری قسط)

استنجا سے متعلق آداب

(20)...... پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر پانی سے استنجا کر کے اچھی طرح نجاست وغلاظت کو دور کر لینا چاہئے، البتہ اگر کہیں پانی میسر نہ ہو یا اس کا استعمال مشکل ہو تو صاف ٹشو پیپر یا ڈھیلے وغیرہ سے نجاست اور پیشاب خشک کرنے میں بھی حرج نہیں، لیکن پانی میسر آنے پر پانی استعمال کر کے صفائی حاصل کر لینی چاہئے۔

(21)......استنجا کرنے کے لئے استعمال ہونے والے برتن (یعنی لوٹے وغیرہ) کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے اور اس کو حتی الامکان پیشاب، پاخانہ کی چھینٹوں وغیرہ سے بچانا چاہئے۔

(22)...... استنجا کرتے وقت شرمگاہ پر داہنا ہاتھ لگانے سے پرہیز کرنا اور حتی الامکان بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا مناسب ہے۔

(23)......اگر آپ ریل وغیرہ میں سفر کر رہے ہوں، تو اسٹیشن وغیرہ پر ریل کے ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں پیشاب پاخانہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے اسٹیشن کا ماحول متعفّن و ناگوار ہو جاتا ہے، مسافروں اور اسٹیشن پر آمد ورفت والوں کی ایذاء کا باعث بنتا ہے، اور دیکھنے ونظر پڑنے والوں کے دل ودماغ میں اس طرح کی حرکت کرنے والے کے بارے میں بُرا تاثر قائم ہوتا ہے، اور قانوناً بھی ایسا کرنا منع ہے، اس لئے ریل کے اسٹیشن پر ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں حتی الامکان قضائے حاجت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(24)...... استنجاء سے فراغت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے جتنا جلدی ممکن ہو اپنی شرمگاہ کو کپڑے اور لباس سے چھپا لینا مناسب ہے۔

(25)...... استنجا سے فراغت پا کر اگر بسہولت ممکن ہو تو اپنے ہاتھوں کو صابن یا خالی پانی سے دھولینا مناسب ہے، تاکہ ہر طرح کی صفائی حاصل ہو جائے، اور ہاتھوں پر گندگی کے اثرات ہوں، تو وہ زائل ہو جائیں، حفظانِ صحت کے اصولوں کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(26)...... بیتُ الخلاء اگر اس طرز کا ہو کہ اس سے پانی وغیرہ ڈال کر فضلہ کو بہایا جاتا ہو، جیسا کہ آج کل کے فلیش سسٹم (Flush System) کی حالت ہوتی ہے، تو فراغت پانے کے بعد پانی ڈال کر فضلہ کا بہا دینا ضروری ہے، اسی طرح چھوڑ کر باہر آ جانا دوسرے کی تکلیف واذیت اور بدبو و جراثیم پھیلنے کا سبب ہے، اور اگر جگہ ایسی ہو کہ بہایا نہ جاسکتا ہو، تو مٹی، چونا، راکھ وغیرہ ڈال کر اس کو چھپا دینا چاہئے۔
بعض لوگ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے قضائے حاجت کے بعد پانی نہیں بہاتے اور فضلہ کو اسی طرح چھوڑ کر باہر چلے آتے ہیں، جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے کو قضائے حاجت میں دشواری پیش آتی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بعض اوقات اس سے جراثیم اور بدبو پھیلتی ہے اور اس پر مکھی مچھر آ کر طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں، اس طرزِ عمل کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

(27)...... رفعِ حاجت سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے استعمال کئے جانے والے پانی کی ٹونٹی کو اچھی طرح بند کر دیجئے، اور پانی کو ٹپکتا ہوا نہ چھوڑیئے، آپ کی ذرا سی غفلت سے بہت سا پانی ضائع ہوسکتا ہے اور بعد کے لوگوں کو اور خود آپ کو بھی بعد میں پانی کی قلت کا سامنا ہوسکتا ہے، اور آپ کی تھوڑی سی احتیاط اور توجہ کرنے سے ان خرابیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

پیشاب و پاخانہ کی جگہوں (Toilets) سے متعلق آداب

(28)...... بیتُ الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھنا سنت ہے، اور بیتُ الخلاء سے باہر نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالنا سنت ہے، حتی الامکان اس سنت پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

(29)...... اگر بیتُ الخلاء اور غسل خانہ یا وضو خانہ ایک ہی جگہ پر واقع ہوں، تو اگر دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو یا بناوٹ کے لحاظ سے دونوں مقامات کی وضع ایسی ہو کہ دیکھنے میں دونوں مقام الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز وجدا محسوس ہوتے ہوں، تو وضو والی جگہ میں مسنون دعائیں وغیرہ پڑھنے میں حرج نہیں، اور اگر ایسا نہ ہو، تو پھر اس جگہ میں زبان سے مسنون دعائیں نہیں پڑھنی چاہئیں، بلکہ اس

جگہ سے باہر پڑھنی چاہئیں۔

(30)...... بیت الخلاء میں ایسی چیز ساتھ لے جانا مناسب نہیں جس پر کوئی قابلِ احترام مضمون لکھا ہوا ہو، البتہ اگر جیب یا کپڑے وکاغذ وغیرہ کے اندر چھپا ہوا ہو، تو حرج نہیں۔

(31)...... ہوسکے تو بیت الخلاء میں آمدورفت کے لئے جوتے مخصوص رکھنا چاہئے، اس میں سہولت رہتی ہے، اور عام حالات میں استعمال ہونے والے جوتے نجاست اور گندگی وجراثیم سے محفوظ رہتے ہیں، نیز بیت الخلاء سے نکلتے وقت نجاست وغلاظت اور جراثیم وغیرہ دوسرے مقامات پر لگنے سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

(32)...... پیشاب پاخانہ دوسروں کی نظروں کے سامنے نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایسی جگہ کرنا چاہیے جہاں کوئی دوسرا نہ دیکھ رہا ہو، اگر کھلی جگہ میں قضائے حاجت کریں، تو حتی الامکان لوگوں کی نظروں سے دور اور ممکن ہو، تو کسی چیز کی اوٹ یا آڑ میں ہوکر کرنی چاہئے۔

اسی طرح لوگوں کی گزرگاہوں، گلیوں، راستوں اور کام کاج کی جگہوں میں بھی قضائے حاجت نہیں کرنی چاہئے، اور تنہائی کی جگہ میں قضائے حاجت کے لیے جانا چاہیے۔

(33)...... اگر جنگل یا کھلی جگہ وغیرہ میں رفعِ حاجت کی ضرورت پیش آئے تو راستہ اور لوگوں کی گزرگاہ، یا نشست وآرام گاہ، یا تفریح گاہ یا کسی بھی طرح کی کام کاج کی جگہ بلکہ لوگوں کی نظر پڑنے والی جگہ سے ہٹ کر تقاضہ پورا کرنا چاہئے، ایسی جگہ رفع حاجت کرنا کہ دوسروں کی کسی طرح سے تکلیف یا ایذاء کا سبب بنے، سخت گناہ اور بُری بات ہے، بعض لوگ اس میں بڑی غفلت کرتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے، بعض لوگ راستوں اور تفریح گاہوں میں قضائے حاجت کردیتے ہیں، جو کہ سخت گناہ ہے۔

بعض لوگ صرف اپنی سہولت کی خاطر بیت الخلاء جانے کے بجائے گلیوں اور سڑک کے کنارے بنی نالیوں پر پیشاب کرنے کو عادت بنالیتے ہیں، جس پر گزرنے والوں کی نظر پڑتی ہے، اور ان کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے، لہٰذا اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(34)...... سایہ دار یا پھل دار درخت کے نیچے قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

(35)...... چلتے ہوئے یا ٹھہرے ہوئے پانی میں اور اسی طرح چلتے ہوئے پانی میں جس سے لوگ اپنی مختلف ضروریات پوری کرتے ہوں، اس میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے بچنا چاہئے۔

(36)...... متبرک مقامات مثلاً جنازہ گاہ، قبرستان اور عیدگاہ وغیرہ میں بھی قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

www.idaraghufran.org

(37)...... وضوخانہ یا غسل خانہ میں پیشاب، پاخانہ کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر کبھی عذر کی وجہ سے کرنا پڑ جائے تو فراغت کے بعد اس جگہ کو دھو کر پاک صاف کر دینا چاہئے۔

(38)...... مسجد کے اندر پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر الگ سے پیشاب پاخانہ کی جگہ بنی ہوئی ہو تو اس میں پیشاب پاخانہ کرنا جائز ہے۔

اور اگر صرف استنجاء یا پیشاب کی جگہ بنی ہوئی ہو تو اس کو صرف اسی غرض سے استعمال کرنا چاہئے اور اس میں پاخانہ نہیں کرنا چاہئے۔

اسی طرح مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ، جو جگہ صرف استنجاء یا پیشاب کرنے کے لئے مختص ہو، اس میں چوری چھپے سے پاخانہ کرنا درست نہیں۔

(39)...... کسی برتن میں پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ ہے، مگر عذر کی صورت میں کسی برتن یا مخصوص پوٹ میں قضائے حاجت کرنا جائز ہے، جیسا کہ مریض کو مخصوص پوٹ یا برتن میں قضائے حاجت کرایا جاتا ہے اور پھر وہ پوٹ یا برتن صاف کر دیا جاتا ہے، ضرورت و مجبوری میں اس کی گنجائش ہے، لیکن اس طرح کے برتن یا پوٹ (Pot) کو فراغت کے بعد صاف کر دینا چاہئے، اور رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے کی جگہ میں ایسے برتن یا پوٹ (Pot) میں پیشاب پاخانہ رکھ کر چھوڑنا نہیں چاہئے۔

(40)...... کسی سوراخ میں پیشاب کرنا منع ہے، ممکن ہے کہ وہ کسی جانور کا ٹھکانہ ہو، جو اس کے لئے تکلیف کا سبب ہو، یا پھر کوئی موذی جانور نکل کر پیشاب کرنے والے کو کاٹ لے۔

(41)...... مکان وغیرہ میں بیت الخلاء بناتے وقت اس چیز کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس میں باہر کی کھلی فضاء کی طرف روشن دان وغیرہ رکھا جائے، جس سے بدبو کا اخراج ہوتا رہے اور اگر اس میں ہوا خارج کرنے کے لئے چھوٹا پنکھا (ایگزاسٹ فین) بھی لگوا دیں تو زیادہ بہتر ہے، تاکہ رہائش گاہ والا حصہ آلودگی اور گندے جراثیم سے محفوظ رہے۔

(42)...... جو بیت الخلاء مسافر خانوں، مسجدوں، مدرسوں، پارکوں اور ٹرینوں وغیرہ میں مختلف لوگوں کی ضروریات کے لئے بنائے جاتے ہیں، ان میں کوئی اینٹ پتھر وغیرہ ڈال کر بند کر دینا، یا وہاں سے لوٹا یا ٹونٹی وغیرہ اتار لینا، یہ سب کام اجتماعی حق تلفی کے زمرہ میں آتے ہیں، اور سخت گناہ ہیں، اس طرح کی حرکت کرنے کے نتیجہ میں بعض اوقات ایک لمبے عرصہ تک بہت سے لوگ تکلیف اٹھاتے ہیں، اس لئے

بیت الخلاء کو خراب و ناکارہ ہونے سے بچانا ضروری ہے۔

(43)...... بیت الخلاء اور استنجاء خانے میں غلاظت و گندگی اور فضلہ کی وجہ سے بدبو اور مضر جراثیم جمع ہوتے رہتے ہیں، اس لئے روزانہ یا حسبِ ضرورت ان جگہوں کی جراثیم کش چیزوں سے صفائی کرتے رہنا چاہئے۔

رفعِ حاجت یا پیشاب، پاخانے سے متعلق متفرق آداب

(44)...... بیتُ الخلاء میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اگر وضو کرنا پڑ جائے تو احتیاط کے ساتھ وضو کر لینا جائز ہے، بعض لوگ مجبوری کی صورت میں بھی مثلاً سفر میں ٹرین وغیرہ کے اندر بیتُ الخلاء میں وضو نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے نماز قضاء کر دیتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں۔

(45)...... بعض علاقوں میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے بیت الخلاء میں ہی غسل کرنے اور نہانے کی جگہ بنادی جاتی ہے، اس جگہ میں غسل کرنا جائز ہے، لیکن ناپاک چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام وانتظام ضروری ہے، خواہ اس جگہ کو دھو کر یا اس جگہ پر کوئی لکڑی وغیرہ کا تختہ رکھ کر اسے بند کر کے، ہر طرح جائز ہے۔

(46)...... اگر کبھی ضرورت کی وجہ سے بیتُ الخلاء کے استعمالی لوٹے سے وضو کرنا پڑ جائے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے، اور اس سے وضو کو ناجائز سمجھنا غلط ہے، البتہ اگر کسی کا اس لوٹے سے وضو کرنے میں دل نہ مانے تو الگ بات ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرورت اور مجبوری کے وقت بھی اس سے وضو نہ کیا جائے اور نماز تک قضاء کر دی جائے، یہ غلط اور حد سے تجاوز ہے۔

(47)......ضرورت کے وقت مثلاً سفر میں اگر کوئی ایک ہی برتن یا لوٹے وغیرہ سے پانی پیئے اور اسی سے استنجاء کرے اور اسی سے وضو کرے، یعنی مختلف اوقات میں یہ سب کام ایک ہی برتن سے کرے، تو اس میں حرج نہیں۔

(48)...... جب پیشاب پاخانے کا دباؤ ہو، تو ایسی حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے، بلکہ پہلے پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ ایسی حالت میں نماز پڑھنے کی صورت میں دل کی توجہ پیشاب پاخانہ کی طرف مشغول ہو جاتی ہے، اور نماز کا خشوع فوت ہو جاتا ہے۔

(49)......ضرورت کی وجہ سے مثلاً ناسمجھ بچوں اور مریضوں کو لنگوٹ یا کوئی اور چیز ایسی پہننا یا پہنانا جائز ہے کہ جس میں پیشاب پاخانہ جمع ہو جائے، جیسا کہ آج کل اس مقصد کے لیے (Pampers) استعمال ہوتے ہیں، مگر ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کو جلد از جلد جسم سے الگ کر کے کسی مناسب جگہ پھینک دینا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط21 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کوہِ طور پر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کرنے اور اتنا عرصہ گلہ بانی کرنے کے بعد اور شیخِ مدین کی صحبت میں دس سال کی اس صحبت سے مستفید ہونے کے بعد جب مجاہدہ وریاضت کی مطلوبہ منزلیں طے کرلیں اور بعض روایات کے مطابق آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گئے ،تو آپ کو کچھ تو وطن اور اپنے پیاروں خصوصاً والدہ، بہن اور بھائی وغیرہ کی یاد ستانے لگی، اور کچھ خودداری واخلاقِ کریمانہ سے اب سسرال میں ڈیرے ڈالے رکھنے کو مدتِ معاہدہ پوری ہونے کے بعد غیور طبیعت نے گوارا بھی نہ کیا ہوگا، جیسے خاندانی اور عزت دار لوگوں میں اب تک بھی گھر داماد بننے کو حمیت وخودداری کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور پھر فرعون کے ظلم واستبداد کے مقابلہ میں اپنی قوم کے لیے کچھ کرگزرنے کا جذبہ بھی ہوگا،اور اتنی مدت میں فرعونی لوگ قتل کا قصہ بھی بھول چکے ہوں گے۔

غرضیکہ اس طرح کے متعدد، متنوع اسباب ہوں گے، جس سے آپ کو شدید تقاضا ہوا کہ اب بوریا بستر لپیٹ کر پردیس سے اب اپنے دیس کی راہ لو۔ ع

ہو چکی نماز اب مصلیٰ اٹھائیے

اب یا تو شاید (مفسرین کے اختلاف کے مطابق) آپ نے مصر واپسی کا سفر شروع کیا تھا،اور راستے میں کوہِ طور پر تجلی والا واقعہ پیش آیا، یا پھر ابھی مصر کا سفر شروع نہیں کیا تھا، ویسے ہی شیخ مدین کے ساتھ طے شدہ مدت پوری ہونے کے بعد قرب وجوار کے ایک سفر میں کوہِ طور پر تجلی والا واقعہ پیش آیا،اور نبوت ملنے اور مصر جا کر تبلیغ کرنے کا حکم ملنے پر مصر واپسی کا سفر شروع کیا، جیسے کہ یہ دونوں اقوال پیچھے ذکر ہو چکے ہیں۔

راستے میں جب آپ کوہ طور کے نزدیک پہنچے، تو یہ صورت حال پیش آئی کہ رات بھی اندھیری تھی اور سردی

بھی تھی اور اندھیرے میں راستے کا بھی پتہ نہیں چل رہا تھا، اس دوران آپ کو کوہ طور کی طرف سے ایک چمک سی دکھائی دی، تو آپ نے اپنے اہل وعیال سے فرمایا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو مجھے آگ کا شعلہ نظر آیا ہے۔ ۱

اس لئے میں وہاں جاتا ہوں، اگر وہاں کوئی مل گیا تو اس سے راستے کا پتہ کرلوں گا یا پھر کم ازکم وہاں سے آگ کا کوئی انگارہ اٹھالاؤں گا، تاکہ تمہارے لیے اس سردی سے حفاظت اور بچاؤ کا سامان ہوسکے۔ ۲

قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ(سورة القصص، رقم الآية ۲۹)

یعنی’’پھر جب موسیٰ وہ مدت پوری کرچکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے، کوہِ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید

---

۱ بعض مفسرین کے مطابق اس سفر میں حضرت موسیٰ کے ساتھ ایک بیوی اور ایک خادم تھا، اس لیے ان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ مخاطب کیا، اور بعض حضرات کے نزدیک ایک بیوی اور دو بیٹے تھے، جس کی ولادت حضرت موسیٰ کے شیخِ مدین کے ہاں قیام کے دوران ہوئی تھی۔

قالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا أى أقيموا مكانكم وكان معه عليه السلام على قول امرأته وخادم ويخاطب الاثنان بصيغة الجمع، وعلى قول آخر كان معه ولدان له أيضا اسم الأكبر جيرشوم واسم الأصغر اليعازر ولدا له زمان إقامته عند شعيب وهذا مما يتسنى على القول بأنه عليه السلام دخل على زوجته قبل الشروع فيما أريد منه، وأما على القول بأنه لم يدخل عليها حتى أتم الأجل فلا يتسنى إلا بالتزام أنه عليه السلام مكث بعد ذلك سنين، وقد قيل به، أخرج عبد بن حميد وابن المنذر وابن أبى حاتم عن مجاهد قال: قضى موسى عشر سنين ثم مكث بعد ذلك عشرا أخرى، وعن وهب أنه عليه السلام ولد له ولد فى الطريق ليلة إيناس النار، وفى البحر أنه عليه السلام خرج بأهله وماله فى فصل الشتاء وأخذ على غير الطريق مخافة ملوك الشام وامرأته حامل لا يدرى أليلا تضع أم نهارا فسار فى البرية لا يعرف طرقها فألجأه السير إلى جانب الطور الغربى الأيمن فى ليلة مظلمة مثلجة شديدة البرد، وقيل: كان لغيرته على حرمه يصحب الرفقة ليلا ويفارقهم نهارا فأضل الطريق يوما حتى أدركه الليل فأخذ امرأته الطلق فقدح زنده فأصلد فنظر فإذا نار تلوح من بعد فقال امكثوا(تفسير روح المعانى، ج۱۰ ص۲۸۰، سورة القصص)

۲ ثم استأذنه فى العود الى مصر فاذن له فخرج الى مصر وسار بأهله حتى إذا بلغ برية قريبا من طور سيناء فى ليلة مظلمة شديدة الشتاء وأخذ امرأته الطلق آنس اى ابصر من جانب الطور اى من جهة التى تلى الطور نارا قال لأهله امكثوا مكانكم......آتيكم منها اى من النار لاجل اضائتها الطريق بخبر الطريق و كان قد أخطأ الطريق أو جذوة...... لعلكم تصطلون اى نستدفؤن بها (التفسير المظهرى، ج۷ص۱۶۱، سورة القص)

www.idaraghufran.org

تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم گرمائش حاصل کرسکو‘‘

مفسرین کے مطابق یہاں پر’’آنس‘‘ سے مراد محسوس کرنا ہے، جو کہ دیکھنے سے عام ہے، یعنی حضرت موسیٰ کو کوہِ طور کی طرف سے آگ کی چمک محسوس ہوئی۔ [1] (جاری ہے............)

---

[1] بعض مفسرین کے نزدیک یہ ایسا دیکھنا تھا، جس سے اُنس وموانست حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ یہ حقیقت میں نور تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتبار سے اس کو’’نار‘‘ یعنی آگ کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

آنس من جانب الطور أی أبصر من الجهة التی تلی الطور لا من بعضه كما هو المتبادر، وأصل الإيناس على ما قيل الإحساس فيكون أعم من الإبصار، وقال الزمخشری: هو الإبصار البين الذی لا شبهة فيه ومنه إنسان العين لأنه يبين به الشیء والإنس لظهورهم كما قيل: الجن لاستتارهم، وقيل: هو إبصار ما يؤنس به، نارا استظهر بعضهم أن المبصر كان نورا حقيقة إلا أنه عبر عنه بالنار اعتبارا لاعتقاد موسى عليه السلام، وقال بعض العارفين: كان المبصر فی صورة النار الحقيقية وأما حقيقته فوراء طور العقل إلا أن موسى عليه السلام ظنه النار المعروفة(تفسير روح المعانی، ج۱۰ ص ۲۸۰، سورة القصص)

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی

موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر و افطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ 051-5507270-55075030

طب وصحت مفتی محمد رضوان

چند عام بیماریاں اوراُن کا آسان علاج (تیرہویں وآخری قسط)

سر میں چوٹ اور برین اٹیک(Brain Attack)

انسانی جسم کے اعضاء میں سر کا عضو انتہائی شرافت وعظمت کا حامل اور نازک عضو ہے، جس کے ساتھ انسان کے بولنے، دیکھنے اور سمجھنے وغیرہ کی صلاحیت وابستہ ہے، اسی وجہ سے سر میں چوٹ لگنا بہت خطرناک شمار ہوتا ہے، خاص طور پر جبکہ غیر معمولی چوٹ لگ جائے، موجودہ میڈیکل سائنس کی رُو سے بھی سر کا عضو جسم کے اعضاء میں ایک نازک اور انتہائی اہم عضو شمار ہوتا ہے، سر کی چوٹ یا سر میں کوئی صدمہ پہنچنے سے دماغی موت واقع ہوکر زندگی کو ظاہری اسباب میں سنگین خطرات لاحق ہوسکتے ہیں، کسی حادثے، حملے یا سر کے بل گرنے کے نتیجے میں سر میں لگنے والی چوٹ کو موجودہ میڈیکل کی زبان میں ٹرامیٹک برین انجری (traumatic brain injury) کہا جاتا ہے۔

کسی حادثے میں سر کو زوردار جھٹکا لگنے سے دماغ (یعنی بھیجا) سر کی کھوپڑی کی سخت ہڈی سے ٹکرا جاتا ہے، جس سے سر میں ورم پیدا ہوکر دورانِ خون میں خلل پیدا ہوسکتا یا خون کی شریانیں پھٹ سکتی ہیں، ایسی صورت میں یادداشت مختصر وقت کے لیے جاسکتی ہے، جسے ٹھیک ہونے میں چند ماہ سے لے کر چند سال تک لگ سکتے ہیں، اگر اس طرح کے حادثہ کے نتیجے میں دماغ کے کسی حصے میں خون جم جائے تو جان جانے کا خطرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔

بعض اوقات سر پر زَد پڑنے یا جھٹکا لگنے سے دماغ کے اردگرد موجود ٹشوز پر ورم آجاتا ہے، جس کی وجہ سے سر میں سیال جمع ہونے لگتا ہے، اور ورَم کی وجہ سے خون دماغ کے اہم حصّوں تک نہیں پہنچ پاتا، دواؤں کے استعمال سے صورتِ حال پر قابو پایا جاسکتا ہے، اگر دوائیں مؤثر نہ ہوں، تو کھوپڑی میں سوراخ کرکے کچھ سیال باہر نکالا جاتا ہے تاکہ ورم پر قابو پایا جاسکے۔

بعض اوقات کسی حادثہ کے نتیجہ میں دماغ کے اندر فریکچر ہوجاتا یا دماغ کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے، دماغ کی ہڈی عام طور پر کافی مضبوط ہوتی ہے، جو آسانی سے نہیں ٹوٹتی، لیکن سخت ضرب سے اس کے ٹوٹنے کے

خطرات ہوتے ہیں۔

بعض اوقات دماغی حادثہ یا صدمہ سے برین ہیمرج (Brain Hemorrhage) ہوجاتا ہے، یعنی رَگ پھٹ کر دماغ میں خون جاری ہوجاتا ہے، جس سے دماغ کے خلیات مرنے لگتے ہیں۔

دماغ کے حادثہ میں سب سے زیادہ خطرناک یہی صورت شمار ہوتی ہے، جس سے جان کے خطرات لاحق ہوجاتے ہیں، برین ہیمرج سے قبل عام طور پر جسم کے دائیں یا بائیں جانب فالج کا حملہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ اُلٹی آنا، سر درد، سر چکرانا اور بے ہوش ہونا، کانوں میں شور سنائی دینا، زبان کی لڑکھڑاہٹ، بولنے اور سمجھنے میں دشواری، جسم کا سُن ہوجانا، نظر کی کمزوری واقع ہونا بھی اس کی علامات ہیں۔

بعض اوقات اس مرض کے حملہ کے دوران مریض بے ہوش ہوجاتا ہے، حس اور حرکت ختم ہوجاتی ہے، دورانِ خون اور تنفس کا نظام چلتا رہتا ہے، مریض خراٹوں سے سانس لینے لگتا ہے، جس جانب کی رگ پھٹی ہو، اس کی مخالف جانب فالج کا حملہ ہوتا ہے۔

صحت مند شخص کی آنکھ میں اگر ٹارچ کی روشنی ڈالی جائے، تو پتلیاں سکڑ کر چھوٹی ہوجاتی ہیں، اگر دماغ کی رگ پھٹ جائے، تو پتلیاں روشنی سے متاثر نہیں ہوتیں۔

پیشاب اور اجابت پر کنٹرول نہیں رہتا۔ مریض کی آنکھیں اس جانب مڑ جاتی ہیں جس جانب کی رگ پھٹی ہو۔

برین ہیمرج اور دماغی شریانیں پھٹنے کے اسباب میں سر پر سخت ضرب کے علاوہ جگر کی بیماری، ہائی بلڈ پریشر یا خون کے دباؤ میں اضافہ ہوجانا، شریانوں کی دیواروں کا کمزور ہوجانا، دماغ کے بعض حصوں کا کمزور ہوجانا، مختلف بیماریوں کی وجہ سے شریانیں دبیز ہوجانا اور ان کی قدرتی لچک کا ختم ہوجانا ہے، چنانچہ شوگر، ہائی بلڈ پریشر، گردے کے امراض وغیرہ، شراب نوشی، سگریٹ اور تمباکو کا استعمال، خون کی رگوں کو سخت کردیتا ہے، بعض خاندانوں میں دماغی شریان کا پھٹنا موروثی مرض کے طور پر بھی پایا جاتا ہے، بسیار خوری یعنی زیادہ کھانے کی عادت، آرام طلبی، موٹاپا، ذہنی دباؤ بھی دماغی شریانوں کی لچک کو متاثر کرنے کے اسباب ہیں، اگر دماغ کی شریان کمزور ہو، تو بعض اوقات جوش وجذبہ سے، زیادہ غصہ آنے، یا زور سے چھینک مارنے کی وجہ سے بھی شریان پھٹ جاتی ہے۔

بعض اوقات دماغ کو خون پہنچانے والی کسی رَگ میں رکاوٹ اور بلاکنگ (Blocking) پیدا ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے دماغ کو خون کی سپلائی میں تعطل پیدا ہوجاتا ہے، اس کو موجودہ میڈیکل کی زبان میں

برین سٹروک(Brain Stroke)کہا جاتا ہے۔

دماغی شریان بلاک ہونے Ischemic Stroke کا سٹروک اس وقت ہوتا ہے جب دماغ کو خون پہنچانے والی کسی شریان میں کوئی کلاٹ(Clot) پیدا ہونے سے یا چربی جمع ہونے سے شریان بلاک ہوجائے یا کوئی کلاٹ(Clot)گھومتا ہوا دماغی شریان میں پہنچ کر شریان کو بند اور بلاک کردے، شریان بند ہونے سے دماغ کو خون (یعنی آکسیجن، نیوٹرینٹ) کی سپلائی معطل ہو جاتی ہے، جس سے دماغ کے سیل ختم ہونے لگتے ہیں۔

اس قسم کے دماغی حادثہ کی علامات کی شناخت ہونے کے بعد جتنی جلدی مناسب علاج کیا جائے گا، اتنا ہی مریض کی زندگی کو لاحق خطرہ اور معذوری کا خطرہ کم کیا جاسکتا ہے، ماہرین کے مطابق اس قسم کے دماغی حادثہ کے دوران علاج کے سلسلہ میں ابتدائی تین چار گھنٹے بہت اہم ہوتے ہیں۔

سر میں چوٹ اور دماغی حادثہ سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں:

فطری اور صحت بخش طرزِ حیات اپنائیں، آرام طلبی اور بے کاری سے پرہیز کریں، روزانہ تقریباً ایک گھنٹہ پیدل چلنے اور ہلکی ورزش کرنے کا معمول بنائیں۔

بسیار خوری سے پرہیز کریں، سادہ اور قدرتی، صاف ستھری، خوراک استعمال کریں، مرغن اور چکنی غذائیں کم اور تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال زیادہ کریں۔

اگر شوگر، بلڈ پریشر یا گردوں کے امراض میں مبتلا ہوں، تو ان کے علاج میں سستی نہ کریں۔

روزانہ 7یا8 گھنٹے نیند کا اہتمام کریں۔

اعصابی دباؤ، ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں خاص کر غصہ سے حتی الامکان بچنے کا اہتمام کریں۔

کسی بھی قسم کے حادثے سے بچنے کے لیے جب گاڑی وغیرہ میں سوار ہوں، تو سیٹ بیلٹ باندھیں۔

جب موٹر سائیکل پر سوار ہوں تو ہیلمیٹ پہننا نہ بھولیں، اور اس میں سُستی ہرگز نہ کریں۔

گھر میں اونچائی پر ایسی جگہ کوئی چیز نہ رکھیں، جس کے سر پر گرنے سے چوٹ لگنے کا خطرہ ہو۔

اپنا بلڈ پریشر پابندی سے چیک کراتے رہیں۔

بچوں کو ایسی جگہ نہ کھیلنے دیں، جہاں سے گرنے کا خطرہ ہو۔ چھتوں پر ارد گرد حائل بنوا کر رکھیں، تاکہ وہاں سے بچے بڑے نیچے نہ گرسکیں۔ سر پر کیپ، ٹوپی، پگڑی، رومال وغیرہ پہن کر رکھیں۔

اخبارِ ادارہ — مفتی محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑......5/12/19/26/شوال، متعلقہ مساجد میں جمعہ کے وعظ و مسائل کی نشستیں حسبِ معمول ہوئیں۔

❑......7/14/21/شوال، بروز اتوار، حضرت مدیر صاحب کی ہفتہ وار اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں۔

❑......یکم شوال/سوموار، مسجدِ غفران میں عیدالفطر کی نماز حضرت مدیر صاحب نے ساڑھے آٹھ بجے، مسجد نسیم میں مولانا محمد ناصر صاحب نے ساڑھے آٹھ بجے، مسجد بلال، صادق آباد میں مفتی محمد یونس صاحب نے ساڑھے سات بجے پڑھائیں۔

❑......عید کے دن ادارہ میں احباب و متعلقین، حضرت مدیر صاحب کے متوسلین، ادارہ کے فضلاء کی آمد اور ملاقات ومجالست کا سلسلہ جاری رہا، تعطیلات کے دوران حضرت مدیر صاحب اپنے اعزہ سے بھی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔

❑......ادارہ میں عیدالفطر کی تعطیلات 28 رمضان بروز ہفتہ تا 8 شوال بروز سوموار تک رہیں (بمطابق 24 جون تا 3 جولائی 2017ء)

❑......9/شوال، بروز منگل سے ادارہ میں معمولات کا آغاز ہوا، اور تعلیمی شعبہ جات میں قدیم داخلوں کی تجدید کا سلسلہ شروع ہوا، جو تین دن تک جاری رہا، ہفتہ 13/شوال سے حسبِ گنجائش جدید داخلے شروع ہوئے، یہ سلسلہ بھی تین دن 15/شوال تک رہا۔

❑......4/شوال، جمعرات، حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ، مری وایوبیہ کے تفریحی سفر پر تشریف لے گئے، عشاء کے وقت واپسی ہوئی۔

❑......6/شوال، ہفتہ کی شام، جناب قاری فضل الحکیم صاحب کی بچی کے نکاح کی تقریب میں حضرت مدیر صاحب اور بعض ارکانِ ادارہ شریک ہوئے۔

❑......7/شوال، اتوار کی شام، قاری فضل الحکیم صاحب کی بیٹی اور جناب قاری عبدالحفیظ صاحب (مدرسہ زینت القرآن، پل شاہ نذر) کے بیٹے مفتی محمد سعد صاحب کے ولیمہ میں حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ شریک ہوئے۔

❑......12/شوال، جمعہ کی شام، حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ، جناب زاہد صاحب صراف کی دعوت پر ان کے گھر عشائیہ پر مدعو تھے۔

Idara Ghufran

□......13/شوال، ہفتہ کی شام، حضرت مدیر صاحب، جناب عبیدالرحمٰن صاحب کی دعوت پر مقامی ہوٹل میں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......14/شوال، اتوار(بمطابق9جولائی) کو ادارہ کا سالانہ شورائی اجلاس ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی تمام اراکین شریک ہوئے، مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ حقانیہ، ساہیوال) شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) حسبِ سابق تشریف لائے، جناب عبدالغفار صاحب اپنے ایک عزیز کی شدید بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے، جناب ابراہیم صاحب اور مولانا طارق محمود صاحب نے مالیاتی گوشوارے حسبِ سابق بڑی محنت سے تیار کیے تھے، وہ اجلاس میں پیش کیے گئے، جناب ابراہیم صاحب نے معزز اراکین کو مالیاتی گوشواروں اور آمد وخرچ کے حسابات پر بریف کیا، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجد غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، معزز اراکین نے تحسین فرمائی، آراء وتجاویز دیں، فیصلے ہوئے، بحمد اللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے اہداف کے حصول میں ترقی پر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا"اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ" (اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

□......14/شوال، اتوار، قبل عصر، مولانا نعمان اللہ نعمانی صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث: جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی) دارالافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات ہوئی، باہمی دلچسپی کے بعد بعض امور پر بات چیت ہوئی۔

□......23/شوال، منگل، مغرب کے بعد جناب نواز صاحب کی ہمشیرہ کی نمازِ جنازہ میں مولانا عبدالسلام صاحب اور بندہ امجد شریک ہوئے۔

□......24/شوال، بدھ، بعد ظہر، حضرت مدیر صاحب نے جناب نعیم احمد صاحب کے والد جناب ذوالفقار خان صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جنازہ میں مولانا محمد ناصر صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب اور بندہ محمد امجد بھی شریک ہوئے۔

□......امسال بعد ظہر، شعبہ حفظ کے فضلائے ادرہ کے لیے تجوید وقرائت کا مختصر کورس شروع کیا گیا ہے، تجوید کا یہ کورس گزشتہ تین سال موقوف رہا، اس سے پہلے بنین وبنات دونوں شعبوں میں الگ الگ جاری تھا۔

□......رمضان میں خواتین کے لیے درسِ قرآن کا سلسلہ بندہ محمد امجد کی زیرِ نگرانی گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی تعمیرِ پاکستان سکول میں منعقد ہوا، 26/رمضان کو 29 پارے مکمل کر کے اس کی اختتامی دعاء ہوئی۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

16 / جون/ 2017ء/ 20 / رمضان المبارک/ 1438ھ: پاکستان: سیف سٹیز پراجیکٹ کیمروں سے حاصل آڈیو ویڈیو شہادت حتمی تصور ہوگی، قانونِ شہادت آرڈر 1984 کے تحت ویڈیو/ آڈیو شہادت کو قابلِ قبول اور حتمی شہادت کے طور پر دیکھا جائے گا 17 / جون : پاکستان: غربت کا خاتمہ، عالمی بینک نے پاکستان کے لیے 23 ارب 42 کروڑ کا پیکج منظور کرلیا، اس پیکج کے تحت خواتین اور غریب افراد کو عالمی بینک کی انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ ایسوسی ایشن 25 سال کے لیے قرضہ دے گی 18 / جون: پاکستان: بانی ایم کیو ایم کے ریڈ وارنٹ، فرانس میں انٹرپول متحرک، ایف آئی اے کی درخواست پر کاروائی، فرانس میں ہیڈ کوارٹرز کا برطانوی انٹرپول سے رابطہ 19 / جون: پاکستان: پاکستان میں بزرگ شہریوں کی تعداد ایک کروڑ 33 لاکھ تک پہنچ گئی، سرکاری اعداد وشمار ☎ سعودی عرب: رواں سال مسجد نبوی میں ساڑھے 13 ہزار روزے داروں کا اعتکاف کرنے کی سعادت 20 / جون: پاکستان: پنجاب بھر میں کریک ڈاؤن، 128 گراں فروش گرفتار، مقدمات وجرمانے 21 / جون: بھارت: پٹھان کوٹ حملہ، بھارت کا سیکورٹی ناکامی کا اعتراف، تحقیقات مکمل، ایئربیس کمانڈر اور ایئر کموڈور غفلت کے مرتکب قرار، عہدے سے برطرف 22 / جون: پاکستان: 22 جون سال کا طویل ترین دن اور مختصر ترین رات، جبکہ 22 ستمبر دن اور رات کا دورانیہ تقریباً برابر اور 22 دسمبر سال کا مختصر ترین دن اور رات طویل ترین شمار ہوتی ہے، ماہرین فلکیات 23 / جون: پاکستان: کلبھوشن یادیو کی آرمی چیف سے رحم کی اپیل ''را'' کا بنیادی ہدف سی پیک بند کرانا تھا، اعترافی بیان کی دوسری ویڈیو جاری 24 / جون: پاکستان: مزید 2 درجن الیکٹرانک اشیاء پر 20 فیصد ڈیوٹی عاید، نوٹی فکیشن جاری، ایف بی آر 25 / جون: پاکستان: پاراچنار دھماکے، اموات 67 ہوگئیں، 300 زخمی، دہشت گردی کے خلاف آپریشنز میں مزید تیزی لانے پر غور 26 / جون: پاکستان: احمد پور شرقیہ، آئل ٹینکر الٹ گیا، پیٹرول جمع کرنے کے دوران ہولناک آتشزدگی، 140 سے زائد افراد زندہ جل گئے، متعدد کی حالت نازک، 75 موٹر سائیکلیں اور کئی کاریں بھی خاکستر، اموات میں اضافہ کا خدشہ ☎ سعودی عرب: حرمین شریفین میں 20 لاکھ فرزندانِ اسلام کی نمازِ عید 27 / جون: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 28 / جون: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 29 / جون: پاکستان: عید الفطر کے موقع پر روایتی گہما گہمی اور جوش وخروش، ملک بھر میں نمازِ عید کے موقع پر روح پرور اجتماعات، خطبات میں امت مسلمہ کے لیے دعائیں، سانحہ بہاولپور میں جاں بحق ہونے والوں کے لیے خصوصی دعائیں، سیکورٹی کے خصوصی انتظامات 30 / جون: پاکستان: سانحہ احمد پور شرقیہ، جاں بحق افراد کی تعداد

200سے متجاوز ✍ یکم/ جولائی: پاکستان: پیٹرول اورڈیزل کی قیمت میں ایک روپے50پیسے کی کمی، کیروسین اورلائٹ ڈیزل کی قیمتیں برقرار ☎ رجسٹرووٹرزکی تعداد9 کروڑ70لاکھ سے متجاوز، 4 کروڑ24لاکھ خواتین بھی شامل، انتخابات تک ووٹرزکا10 کروڑ سے تجاوز کا اعلان ✍ 2/ جولائی: پاکستان: ریلوے ٹکٹ گم ہونے پرمتبادل جاری کرنے کی منظوری، نئے نظام کے تحت ہرایڈوانس ریزرویشن پر مسافر کے موبائل پر میسج جاری کیا جائے گا ✍ 3/ جولائی: پاکستان: تصاویرکا جنون، 5افراددریائے چناب اورجہلم میں بہ گئے، گوجرانوالہ کے 3جوان نہائے ہوئے سیلفی لینے کی کوشش میں چناب کی موجوں کی نذر، مری میں نیلم پکنک پوائنٹ پردریا کے کنارے تصاویر کھنچواتی 2 بہنیں جان گنوابیٹھیں ✍ 4/ جولائی: پاکستان: پنجاب فوڈاتھارٹی نے 1200لیٹر دودھ تلف کردیا، ناقص دودھ میں یوریا، پانی اورکیمیکل کی مقدارشامل تھی ✍ 5/ جولائی: پاکستان: پی اے سی کا اجلاس، اسلام آباد کے دوسیکٹرز میں بدعنوانی، ریکارڈ نیب کے حوالے کرنے کا حکم، دوماہ میں چھان بین کرکے رپورٹ پیش کرنے کا حکم ✍ 6/ جولائی: پاکستان: کوئلہ درآمدکرنے والا پہلا ٹرمینل پورٹ قاسم پرآپریشنل ہوگیا، درآمدی کوئلے سے 2900میگاواٹ کے منصوبے مکمل ہونے میں مددملے گی ✍ 7/ جولائی: پاکستان: زرِمبادلہ کے ذخائر21ارب36 کروڑ78لاکھ ہوگئے ✍ 8/ جولائی: پاکستان: ڈبلیوٹی اوکا پاکستان کے حق میں فیصلہ، کیمیکل برآمد پر یورپی پابندی ختم ☎ روپے کے مقابلہ میں ڈالرکی اونچی اڑان سے معاشی ماہرین پریشان ✍ 9/ جولائی: نیویارک: اقوامِ متحدہ کےادارے برائے سائنس وثقافت نے فلسطینی تاریخی شہر”الخلیل“ کواسلامی ثقافتی ورثہ قراردے دیا، یہ شہردریائے اردن کے کنارے کے جنوب میں واقع ہے، اورجلیل القدرپیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے معروف ہے ✍ 10/ جولائی: پاکستان: سانحہ احمد پورشرقیہ کا ایک اور زخمی چل بسا، تعداد219ہوگئی ✍ 11/ جولائی: پاکستان: جذبۂ خیرسگالی، واہگہ بارڈر پر78ماہی گیروں کو بھارتی حکام کے حوالے کردیا گیا ✍ 12/ جولائی: پاکستان: سینیٹ قائمہ کمیٹی برائے وفاقی تعلیم وپیشہ ورانہ تربیت نے قرآن بل 2017 کی متفقہ طورپرمنظوری دے دی، قرآن پاک آسان ترجمہ کے ساتھ اسلامیات کے پیریڈ میں پڑھایا جائے گا، 7سالوں میں طلبہ پورے قرآن کوسمجھ لیں گے، بل کے خدوخال سادہ رکھے گئے، اطلاق اسلام آباداوروفاق کے زیرِانتظام سکولوں پرہوگا ✍ 13/ جولائی: پاکستان: پاکستانی معیشت آگے بڑھ رہی ہے، معاشی نمو2برس میں5.5فیصد، 2020 تک7 فیصدتک پہنچ جائے گی، سی پیک کے معاشی فوائد پاکستان کومرحلہ وارحاصل ہوں گے، ریٹنگ برقرار، عالمی ریٹنگ ایجنسی موڈیز ✍ 14/ جولائی: پاکستان: وفاقی ملازمین کے جی پی فنڈکٹوتی کی نئی شرح کا نوٹیفکیشن جاری، اطلاق یکم جولائی2017سے ہوگا ✍ 15/ جولائی: پاکستان: پنجاب میں وال چاکنگ پرپابندی کی خلاف ورزی کا سخت نوٹس ✍ 16/ جولائی: پاکستان: ملک بھر میں بارش کے باعث حادثات، متعدد جاں بحق، کئی افرادزخمی ✍ 17/ جولائی: پاکستان: پاک فوج کی گاڑی پر

بھارتی فائرنگ، 4 جوان شہید، حملہ کا فوری اور بھرپور جواب، آئی ایس پی آر ☎ بڑھتی آبادی، 2019 میں پاکستان پانچواں بڑا ملک ہوگا ✍ 18 / جولائی: پاکستان: حج عازمین کو فراڈ سے بچانے کے لیے ایس ایم ایس سروس کا آغاز، نجی ٹور آپریٹر کا کوٹا اور اہلیت چیک کرنے اور کمپنی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے لائسنس نمبر کے پہلے 4 ہندسے 8331 پر میسج کرنے کی ہدایت ✍ 19 / جولائی: پاکستان: راولپنڈی، 300 بوسیدہ عمارتیں سیکورٹی رسک بن گئیں، ضلع انتظامیہ، کنٹونمنٹ بورڈ، میونسپل کارپوریشن ان عمارتوں کو خالی کرانے میں ناکام ✍ 20 / جولائی: بھارت سے کشیدگی، چین نے بھارتی جنگی ساز وسامان سرحد پر پہنچادیا۔

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک، اسٹیل، آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے

اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے، سیلنگ، بلائنڈز، وال پیپر، ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی

فون 5962705--5503080

Awami Poultry

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

Hole sale center

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر

نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفا ہے

جسم کا درد — ڈپریشن — ہائی بلڈ پریشر — عرق النساء — بواسیر

موٹاپا — گھنٹیا — یرقان — درد شقیقہ — بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ — یورک ایسڈ — معدہ — شوگر — جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا — کولیسٹرول — اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبر NE-786، ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہر یار صاحب

فیز 8، بحریہ ٹاؤن، راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِ انتظام

عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی ۔ فون 0333-5187568

www.idaraghufran.org

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking,
Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTO LINK The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

محمد بابر جاوید
0333-9300003
0333-5540734
051-4413288

قدرت نے ذائقہ دیا غازی نے محفوظ کیا

غازی فوڈز اینڈ کیٹرنگ

پاکستانی، چائینز، کانٹینیٹل کھانوں کا واحد مرکز

شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر کھانا آرڈر پر تیار کیا جاتا ہے

علماء اور دینی مدارس کے لئے خصوصی رعایت

CA-214 بالمقابل کالٹکس پٹرول پمپ، سید پور روڈ، راولپنڈی

www.idaraghufran.org

رانا فرقان
0335-9449021

محمد یاسین
0333-5133712

مکتبہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر
احادیث فقہ
تاریخ درسی کتب اصلاحی کتب
اور بیروت کی کتب
آدھی قیمت پر دستیاب ہیں

اقبال روڈ، اقبال مارکیٹ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
فون: 051-5557877

پاکستان میں پہلی بار 100% تازہ زیتون

فطرت سے ہم آہنگ

Olive Fresh Olive

Olive Fresh Extra Virgin Olive Oil

بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں کے پیک شدہ زیتون کے مقابلہ میں تازہ زیتون

Olive Fresh Olive پاکستان میں پہلی کمپنی ہے، جس کے پاس تازترین زیتون کو نمکین پانی (Brine) میں محفوظ کرنے کی مکمل مہارت اور تجربہ موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی وہی زبردست قدرت ذائقہ اور اشتہاانگیز مہک برقرار رہتی ہے، جو ایک تازہ زیتون کی خاصیت ہے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ Olive Fresh اپنی جدید ترین پیکنگ، ٹیکنالوجی اور تیزترین ذرائع نقل وحمل کی بدولت ایسے زیتون فروخت کے لئے پیش کررہا ہے، جنہیں کسی ''پاسچرائزیشن'' (Pasteurisation) اور ''اسٹریلائزیشن'' (Sterilisation) کی ضرورت نہیں، آپ کسی مصنوعی عمل اور گھٹیا معیار کے تیل کے بجائے قدرت کے بہترین ذائقوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

Olive Fresh کے ساتھ Extra Virgin Olive Oil سے ہی لطف اٹھائیں، جو کہ زیتون کے پھل کا قدرتی جز ہے، اور اس کی قیمت بھی وہی ہے، جو دیگر بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں میں پیک کئے گئے زیتون کی ہے۔

مزید انتظار مت کیجئے، اور Olive Fresh کی قدرتی تازگی سے بھرپور لطف اٹھائیں۔

D-111.(old NW193)

Haidhary Chowk Satellite Town Rawalpindi

0300-5114231--0310-5114231--051-4842085

www.idaraghufran.org

مدیر: بابا جی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002